اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ - عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

ہفت روزہ

الفضل انٹرنیشنل لندن

مدیر اعلیٰ: رشید احمد چوہدری

دیکھو میرے دوستو!
اخبار
شائع ہو گیا

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء)

[حروف ابجد کے مطابق مندرجہ بالا الہام کا حساب لگایا جائے تو سال ۱۹۹۴ء بنتا ہے]

اصلاح خلق اور خدمت اسلام کی پانچ شاخیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم وقدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔ چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا۔ اور وہ معارف و دقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور انسانی تکلف سے نہیں بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دیئے گئے۔

دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی اتمام حجت کے غرض سے جاری ہے اور اب تک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنے کے لئے شائع ہو چکے ہیں اور آئندہ ضرورت کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔

تیسری شاخ اس کارخانہ کی واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں۔ یہ شاخ بھی برابر نشوونما میں ہے۔ - - - - - - -

چوتھی شاخ اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف لکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ اب تک عرصہ مذکورہ بالا میں نوے ہزار سے بھی کچھ زیادہ خط آئے ہونگے جن کا جواب لکھا گیا۔ بجز بعض خطوط کے جو فضول یا غیر ضروری سمجھے گئے اور یہ سلسلہ بھی بدستور جاری ہے اور ہر ایک مہینے میں غالباً تین سو سے سات سو یا ہزار تک خطوط کی آمد و رفت کی نوبت پہنچتی ہے۔

پانچویں شاخ اس کارخانہ کی جو خدا تعالیٰ نے اپنی خاص وحی اور الہام سے قائم کی مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ ہے۔ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہو گا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائے گا اور جو انکار میں رہے گا اس کے لئے موت درپیش ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے گا اس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور اس خداوند خدا نے مجھے بشارت دی کہ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا مگر تیرے سچے متبعین اور محبین قیامت کے دن تک رہیں گے اور ہمیشہ منکرین پر انہیں غلبہ رہے گا

(فتح اسلام، روحانی خزائن، صفحہ ۱۰ تا ۱۴ و ۲۳ تا ۲۵)

پاکستان کے مایہ ناز شاعر جناب عبید اللہ علیم صاحب آج کل یورپ کے دورے پر آئے ہوئے ہیں۔ ہماری درخواست پر انہوں نے ایک نظم الفضل انٹرنیشنل کے لئے بھجوائی ہے جو ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔

(ادارہ)

لفظ سے بھر جائے دل وہ رنگ ہے تحریر کا
آپ کیا ہوگا کہ جب عالم ہے یہ تصویر کا

دو زمانوں میں مسلسل ہے ہماری زندگی
اک زمانہ خواب کا ہے دوسرا تعبیر کا

جب ہوئے ہم گوش بر آواز تو ہم پر کھلا
ہر نئے عالم میں اک عالم تری تقریر کا

رہ گیا مقتول کی شانِ شہادت دیکھ کر
سینۂ شمشیر کے اندر ہی دم شمشیر کا

آپ کی اپنی عدالت کیجئے جو فیصلہ
ہاں مگر وہ فیصلہ اک آخری تقدیر کا

کوئی پابندی نہ چاہے ایسی آزادی کہاں
خود مری خواہش سے نکلا سلسلہ زنجیر کا

دعوئ اوجِ سخن اپنی جگہ لیکن علیم
میں بھی تھا غالب کا قائل معتقد تھا میر کا

الفضل لندن کے لئے غالب کی زمین میں ایک غزل
ترقی کی دعاؤں اور محبتوں کے ساتھ

علیم
۲۴/۱۲/۹۳
لندن

اسیران راہ مولیٰ کے لئے
خصوصی دعاؤں کی درخواست

احباب کرام سے درخواست ہے کہ اسیران راہ مولیٰ کی جلد اور باعزت رہائی کے لئے خصوصی دعائیں جاری رکھیں۔

ساہیوال کیس کے اسیر راہ مولیٰ رانا نعیم الدین صاحب آج کل فیصل آباد سنٹرل جیل میں ہیں۔ ان کی نظر کمزور ہو گئی ہے اور گردے میں چھوٹی سی پتھری ہے جس کی وجہ سے تکلیف ہو جاتی ہے ان کی صحت کاملہ کے لئے بھی دعا کرتے رہیں۔

دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی اصطلاح کے مطابق ہمیں جو سیادت عطا کی ہے اُسے وہ ہمیشہ قائم و دائم رکھے

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کا ارشاد مبارک

"خلافتِ احمدیہ کی طاقت کا راز دو باتوں میں نظر آتا ہے ایک خلیفۂ وقت کے اپنے تقویٰ میں اور ایک جماعت احمدیہ کے مجموعی تقویٰ میں جماعت کا جتنا تقویٰ من حیث الجماعت بڑھے گا احمدیت میں اتنی ہی زیادہ عظمت اور قوت پیدا ہوگی۔ خلیفۂ وقت کا ذاتی تقویٰ جتنا ترقی کرے گا اتنی ہی اچھی سیادت اور قیادت جماعت کو نصیب ہوگی۔ یہ دونوں چیزیں بیک وقت ایک ہی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر ترقی کرتی ہیں۔"

"ہمیں یہ بھی دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ یہ سعادت جو اللہ تعالیٰ نے آج کے زمانہ میں ہمیں نصیب فرمائی کہ ہم وہ قوم ہیں جو خدا کی نمائندگی کر رہے ہیں ہم وہ قوم ہیں جو خدا کی نظر میں زندہ رکھنے کے لائق ہیں اور ہمارے مقابل پر کوئی عددی اکثریت کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی ہم اپنی اس حیثیت کو نہ بھولیں کہ یہ سرداری دراصل خدمت کے لئے عطا ہوئی ہے۔ بنی نوع انسان کی بہبود کی خاطر عطا ہوئی ہے ان پر راج کرنے کے لئے نہیں ہاں دلوں پر راج کرنے کے لئے ہے۔ دلوں کو فتح کرنے کے لئے ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بہترین رنگ میں اس اصطلاح میں، جس اصطلاح میں قرآن باتیں کرتا ہے ہمیں سیادت عطا فرمائے اور ہمیشہ یہ سیادت قائم اور دائم رکھے۔"

(الفضل ۵ جولائی ۱۹۸۲ء صفحہ ۲-۳)

بنگلہ دیش کی سبقت

সর্ব প্রথমেই বাংলাদেশ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۷ جنوری ۱۹۹۴ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ دنیا بھر کی مختلف جماعتوں کو لکھا گیا تھا نیز برقی و ٹیلیفون کے ذریعہ پیغامات بھجوائے گئے تھے کہ وہ اپنے ممالک میں ویڈیو پروگرام بنا کر جلد از جلد ہمیں بھجوا دیں تاکہ عالمی ٹیلی ویژن پر وہ پروگرام بھی دکھائے جاسکیں اس ضمن میں خوشی کی بات ہے کہ بنگلہ دیش نے سب دنیا کی جماعتوں پر سبقت حاصل کر لی ہے اور پہلا پروگرام جو بیرونی دنیا سے ہمیں ملا ہے وہ بنگلہ زبان میں ہے۔

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA
PROGRAMME TIMINGS

ASIA & MIDDLE EAST:
7-00 a.m. to 7-00 p.m. (London, U.K.)

EUROPE:
Monday to Thursday 1:30 p.m. to 4-00 p.m.
Friday to Sunday 1-00 p.m. to 4-00 p.m.

TELEPHONE NUMBER FOR INFORMATION COMMENTS OR MESSAGES

Tel: + 44-81-870 0922
Fax: + 44-81-870 0684

LIVE TRANSMISSION FROM UNITED KINGDOM

Tilawat
Manzoom Kalaam
Malfoozat
Variety of Programmes including
- Majlis Irfan
- Speeches
- Huzur Replying to Letters and Messages of the Viewers.

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ - عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن

جلد ۱ | ۱۴ جنوری ۱۹۹۴ء ○ ۲ شعبان ۱۴۱۴ھ | نمبر ۲

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: رشید احمد چوہدری
نائب مدیران: حمید احمد جاوید - عبدالماجد طاہر
اراکین مجلس: نصیر احمد قمر - ملک خلیل الرحمٰن

مجلس انتظامیہ

صدر: بشیر احمد رفیق
اراکین مجلس انتظامیہ:
منور حسین عباسی - مبارک احمد ظفر - نعیم عثمان - رشید احمد چوہدری

محل:
16, Gressenhall Road, London SW18 5QL U.K
Phone/Fax. 081-870 0919

اداریہ

سال ۱۹۹۳ء ختم ہوا۔ ۱۹۹۳ء کا آخری دن، ۳۱ دسمبر بھی دیگر تمام دنوں کی طرح طلوع ہوا اور چند گھنٹوں بعد شب کی سیاہی میں بدل گیا۔ رات بارہ بجے سے سال ۱۹۹۴ء کا آغاز ہوا تو دنیا کے مختلف حصوں میں جشن نوروز منایا گیا، رقص و سرود کی محفلیں جمیں۔ بینڈ باجے کی دھنیں بلند ہوئیں۔ غل غپاڑہ ہوا، سڑکوں اور پارکوں میں میلے لگے اور سال نو کے استقبال کی خوشی میں کروڑوں کی تعداد میں لوگ شراب کے نشے میں بدمست ہو کر انسانیت سوز حرکتوں میں مبتلا ہوئے۔ مگر کچھ خدا کے بندے ایسے بھی تھے جنہوں نے ۳۱ دسمبر کا دن جمعہ المبارک ہونے کے باعث معمول سے زیادہ عبادت وقت میں گزارا۔ خدا تعالیٰ کے ہاں سجدہ ریز ہوئے کہ خیر و عافیت کے ساتھ ۱۹۹۳ء گزرا۔ قادر مطلق سے اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگی اور ۱۹۹۴ء کو امن اور خوشحالی کا سال بنانے کے لئے دل میں منصوبے باندھے۔ لطف کی بات ہے کہ ۱۹۹۳ء کا آغاز اور اختتام دونوں جمعہ کے دن ہوئے۔

۳۱ دسمبر کا دن جماعت احمدیہ کے لئے بھی عید کے دن سے کم نہ تھا۔ کیونکہ اس دن دنیا بھر کے احمدی مسلمانوں نے اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ، ماریشس کی سرزمین سے بذریعہ سیٹلائٹ دیکھا اور سنا اور خدا کا شکر بجالائے کہ موجودہ زمانے کی ایجادات جہاں شیطانی کاموں اور بے حیائی کے فروغ میں استعمال کی جاتی ہیں وہاں احکام خداوندی، اسلام اور احمدیت کی تعلیمات کو فروغ دینے کا باعث بھی بن رہی ہیں۔ احمدی مسلمانوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا جب انہوں نے اپنے محبوب آقا کی زبان مبارک سے براہ راست نئے سال کی مبارک باد کا پیغام سنا۔ اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبان سے ہی دنیا بھر کے لوگوں کے لئے یہ مژدہ جاں فزا سنا کہ

☐ ☐ انٹرنیشنل مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ ۷ جنوری سے باقاعدہ اپنی نشریات کا آغاز کرے گا۔ ایشیا، افریقہ اور آسٹریلیا کے لئے روزانہ بارہ گھنٹے کا پروگرام نشر ہوگا۔ جبکہ یورپ کے لئے ساڑھے تین گھنٹے کا پروگرام نشر کیا جائے گا۔ پروگرام رنگارنگ کے ہوں گے۔ جن میں قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم، ترجمہ اور مطالب سے آگاہ ہونے کے علاوہ درس، خبریں، مختلف زبانیں سکھانے کے پروگرام، معلوماتی فلمیں، سوال و جواب کی محفلیں، گیت، نظمیں، مشاعرے، تقاریر، خطبے اور کھیلوں کی کوچنگ کے پروگرام ہونگے۔ غرضیکہ ہر شخص کی دلچسپی کے سامان ہونگے۔ اور انشاء اللہ انہیں ماہرین کے تعاون سے معیاری بنایا جائے گا۔

☐ ☐ دوسرا مژدہ جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سنایا وہ ہفتہ وار اخبار "الفضل انٹرنیشنل" کے باقاعدہ اجراء کا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے الفضل انٹرنیشنل ۷ جنوری سے اپنی اشاعت کا آغاز کر چکا ہے۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ الفضل انٹرنیشنل لندن سے شائع کرنے کا فیصلہ کیوں کیا گیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

> "اخبار الفضل خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تقسیم ہندو پاک سے پہلے برصغیر میں بلا روک ٹوک مکمل آزادی کے ساتھ جماعت کی علمی، روحانی اور مذہبی خدمات سرانجام دیتا رہا۔ لیکن تقسیم ہندو پاکستان کے بعد جب پاکستان میں ملائیت نے سر اٹھانا شروع کیا تو الفضل پر کئی ابتلاء کے دور آئے اور کئی قسم کی پابندیاں لگنی شروع ہوئیں۔ یہاں تک کہ جنرل ضیاء صاحب کے آمرانہ دور میں تو حتی المقدور الفضل کی آواز کو دبانے اور الفضل کی آزادی پر قدغن لگانے کی ہر مذموم سعی کی گئی۔ حتیٰ کہ ایک لمبا تکلیف دہ دور ایسا بھی آیا کہ یہ اخبار مسلسل بند رہا اور پاکستان کی جماعت خصوصیت کے ساتھ مرکزی خبروں کے اس اہم رشتے سے کٹ جانے سے بے چین اور بے قرار رہی۔ تربیتی لحاظ سے بھی خصوصاً چھوٹی جماعتوں میں اس کا منفی اثر ظاہر ہونا شروع ہوا۔ لیکن جماعت احمدیہ نے بالآخر قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ الفضل کے اجراء کا حق بحال کرا لیا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کی عدلیہ کو جزاء دے جنہوں نے جماعت احمدیہ کے معاملہ میں انصاف کا جھنڈا بلند کرنے کی جرات دکھائی۔
>
> اس از سر نو اجراء کے باوجود وہ مستقل پابندیاں جو ضیاء کے آمرانہ آرڈیننس کے ذریعے جماعت پر قائم کی گئیں ان پابندیوں سے الفضل اور جماعت کے دیگر جرائد و رسائل کو جو مستقل زخم لگائے گئے تھے وہ اسی طرح ہرے رہے اور رستے رہے۔ چنانچہ آج بھی الفضل کی عبارتوں اور جملوں میں جو خلاء دیکھتے ہیں یا بریکٹوں میں بعض غائب عبارتوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے یہ سب انہی زخموں کے رستے ہوئے ناسور ہیں۔
>
> جماعت احمدیہ عالمگیر اپنے بہت ہی محبوب روزنامہ کے ساتھ یہ بدسلوکی ہوتے دیکھ کر ہمیشہ کرب محسوس کرتی رہی اور یہ خیال بار بار ابھرتا رہا کہ کیوں نہ الفضل کا ایک عالمگیر متبادل جاری کیا جائے۔ اس خیال کو اس وجہ سے بھی مزید تقویت پہنچی کہ محض الفضل کی آزادی تحریر پر ہی پابندی نہیں تھی بلکہ اشاعت کی راہ میں ازراہ شرارت بار بار روکیں ڈالی جاتی رہیں۔ جس کی وجہ سے اچانک اخبار کی ترسیل میں خلاء پیدا ہونا عالمگیر قارئین کے لئے مزید اذیت کا موجب بنتا رہا۔ یہ وہ پس منظر ہے جس نے بالآخر الفضل کی عالمگیر اشاعت کی ضرورت اور خواہش کو حقیقت کا روپ عطا کر دیا۔"
>
> (الفضل انٹرنیشنل ۳۰ جولائی ۹۳)

الفضل ربوہ حکومت پاکستان کی غیر انسانی پابندیوں کے باعث۔

الف ۔۔ قرآن مجید کی آیات درج نہیں کر سکتا۔
ب ۔۔۔ احادیث کو اپنے صفحات میں جگہ نہیں دے سکتا۔
ج ۔۔۔ اسلامی اصطلاحات شائع نہیں کر سکتا۔
د ۔۔۔ صحابی، مسجد، نماز وغیرہ کے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا۔
ر ۔۔۔ کوئی ایسا مضمون، مقالہ یا تحریر شائع نہیں کر سکتا جس سے کہ اس کا تعلق اسلام سے ظاہر ہوتا ہو۔

ظاہر ہے ایک ایسی جماعت کے لئے جس کا اوڑھنا بچھونا ہی اسلام ہو۔ جو اسلام کے احیاء کے لئے اٹھی ہو۔ اس کے لئے اپنے دین سے وابستگی کا اظہار نہ کر سکنا کس قدر اذیت ناک ہے۔

تیسرا مژدہ جو امام جماعت احمدیہ کے منہ سے دنیا بھر کے لوگوں نے سنا، وہ ریویو آف ریلیجنز کا نئی انتظامیہ کے تحت، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق دس ہزار کی تعداد میں شائع ہونا ہے۔ حضور اقدس نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ یہ رسالہ ان لوگوں میں مفت بھی تقسیم کیا جائے گا جو اس کو خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے مگر رسالہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

یہ ہیں وہ منصوبے جن کا اعلان حضرت امام جماعت احمدیہ نے نئے سال کے پیغام میں کیا اور اس کو سننے کے بعد جماعت احمدیہ کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ ان کو بطریق احسن عملی جامہ پہنانے کے لئے کمربستہ ہو جائے اور اپنی توفیق اور استطاعت کے مطابق سرگرم عمل ہو جائے۔

ضروری ہے کہ اہل قلم اور اہل علم حضرات میدان میں آئیں اور اپنی نگارشات سے دنیا کو آشنا کریں تاکہ اخبار کے ذریعہ بھی اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ بھی لوگ اس سے استفادہ کریں۔ اہل فن فنی خدمات پیش کریں تاکہ نشریات کا معیار بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے۔ ایسے لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے فراخی عطا فرمائی ہے اور وہ جو لوگ جو تنگی و غربت میں زندگی گزارنے کے باوجود خدا تعالیٰ کی راہ میں دینے کی لذت سے آشنا ہیں مالی تحریکات میں حصہ لے کر ہاتھ بٹائیں۔

مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر احمدی چھوٹا ہو یا بڑا، خدا تعالیٰ کے حضور دعا میں لگ جائے تاکہ ان تمام پروگراموں میں جماعت کو کامیابی نصیب ہو۔ کیونکہ دعا کے بغیر کسی پروگرام کا حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہونا بعید از قیاس ہے۔

ہمیں امید ہے کہ گزشتہ تحریکات کی طرح خدا تعالیٰ خود جماعت کے فدائیوں کے دلوں میں تحریک فرمائے گا اور انشاء اللہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے تمام پروگرام غیر معمولی کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

خدا کرے کہ ہر نیا سال جماعت احمدیہ کے لئے پہلے سے بڑھ کر خوش خبریوں کا سال بنتا چلا جائے جیسا کہ ہم نے گزشتہ سالوں میں اس کا تجربہ اور مشاہدہ کیا ہے۔ اللہ کرے کہ جماعت پر خدا تعالیٰ کے افضال و انعامات کی بارشیں ہر آنے والے سال اس قدر بڑھیں کہ ان کا شمار تک نہ ہو سکے۔ آمین۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ

(محمد احمد قریشی)

خاکسار حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے متعلق چند ایسے واقعات ہدیہ قارئین کرنا چاہتا ہے جو میرے ساتھ پیش آئے۔ ۱۹۴۴ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد خاکسار نے دفتر بہشتی مقبرہ قادیان میں کچھ عرصہ خدمت کی توفیق پائی۔

حضرت مولوی صاحبؓ نے خاکسار سے فرمایا کہ قریشی صاحب میں آپ کو فجر کی نماز کے وقت مسجد مبارک جاتے ہوئے ساتھ لے لیا کروں گا۔ خاکسار نے اس کو عین سعادت جانا۔ فجر کے وقت جونہی حضرت مولوی صاحبؓ کنڈی کھٹکھٹا کر آواز دیتے تو میری آنکھ فوراً کھل جاتی اور میں جلدی سے وضو کر کے حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ اس دوران حضرت مولوی صاحبؓ دروازے پر کھڑے انتظار فرماتے۔ وہاں سے مسجد مبارک کے لئے روانہ ہوتے ہی خاکسار کو چہل احادیث یاد کرانا شروع کرتے۔ حضرت مولوی صاحبؓ چہل احادیث مرتبہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلہ رواۃ کے ساتھ احادیث یاد کراتے اس طرح کہ پہلے میں سابقہ یاد کی ہوئی احادیث سناتا پھر آپ نئی احادیث یاد کراتے۔ مسجد مبارک تک میں کئی بار سبق دہرا لیتا تھا۔ مسجد مبارک میں نماز فجر اول وقت میں ہو جاتی تھی۔ اگر کبھی وہاں نماز میں شریک نہ ہو سکتے تو حضرت مولوی صاحبؓ فرماتے چلو مسجد اقصیٰ چلتے ہیں شاید وہاں جماعت میں شریک ہو جائیں۔

میرے ساتھ تو ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ حضرت مولوی صاحبؓ نے میری امامت میں نماز ادا کی ہو تاہم میرے ایک کلاس فیلو دوست مرزا الطاف الرحمٰن صاحب (ایڈووکیٹ ننکانہ صاحب) نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایسے ہی ایک موقعہ پر جب حضرت مولوی صاحبؓ نے ان سے کہا کہ آپ امامت کرائیں تو انہوں نے امامت کرا دی اور حضرت مولوی صاحب نے ان کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (یہ واقعات ۱۹۴۵ء سے قیام پاکستان تک کے ہیں جو حضرت مولوی صاحبؓ کی پیرانہ سالی کے آخری سال تھے اور خاکسار ۴۵ء میں سترہ سال کا تھا) حضرت مولوی صاحبؓ نماز کے دوران جو کلمات دہراتے تھے وہ آپ کے ساتھ کھڑے ہونے والا بالکل ہلکی مدہم آواز میں مگر صاف سن سکتا تھا۔ فجر اور مغرب اور عشاء کے فرائض کی پہلی دو رکعات کو چھوڑ کر باقی تمام رکعات میں، وہ فرض ہوں یا سنت یا نفل حضرت مولوی صاحب سورہ فاتحہ کی ہر آیت کو تین تین دفعہ دہراتے تھے گویا ہر مرتبہ وہ اس کے نئے سے نئے مطالب کو دل میں پیوست کر رہے ہوں۔ ساتھ کھڑا ہوا مقتدی سرگوشی کے انداز میں آپ کی آواز صاف سن سکتا تھا اور اس سے متاثر ہوتا تھا۔

حضرت مولوی صاحبؓ غرباء اور مساکین کے از حد ہمدرد تھے۔ غرباء اور بیوگان کی مالی امداد کے لئے حضرت مولوی صاحبؓ نے اپنے طور پر ایک چھوٹے سے غرباء فنڈ کی سکیم شروع کی ہوئی تھی۔ جس کی آمد و خرچ کا انتظام افضل برادرز کے ذمہ تھا۔

حضرت مولوی صاحب خود لوگوں سے ماہوار مقررہ رقم لے کر اس فنڈ میں پابندی کے ساتھ دینے والے کا نام اور رقم آمد درج کرواتے۔ اور پھر جب کوئی حاجت مند انہیں ملتا تو اسے کاغذ کے ایک پرزے پر لکھ دیتے کہ حامل ہذا کو اتنی رقم دے دیں۔ اس طرح آمد و خرچ کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ حضرت مولوی صاحبؓ ہفتہ عشرہ میں اس کھاتے کو چیک بھی فرماتے۔ دوکان پر آتے ہی فرماتے کھاتہ آمد میں لکھیں شیر علی تین روپے۔ لیکن ایک نام ایسا تھا جس کے سامنے وہ ہمیشہ دس روپے لکھواتے تھے اور وہ تھا حامد علی۔ ایک معروف دوکان پر کام کرنے کی وجہ سے قادیان کے اکثر احمدی احباب کو جانتا تھا مگر حامد علی نام کا اس حیثیت کا کوئی شخص میرے علم میں نہیں تھا جو لازمی چندہ جات کے علاوہ ایک طوعی کار خیر میں اس طرح بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا ہو۔

مجھے پورا وثوق ہے کہ حضرت مولوی اللہ تعالیٰ کے حکم

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(بقرہ ۲۷۵)

(چھپا کر بھی اور اعلانیہ بھی اللہ کے رستہ میں خرچ کرو) پر عمل کرنے کی خاطر شیر علی کے نام پر تین اور حامد علی کے نام پر دس روپے دیتے تھے۔ شاید حامد علی آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام ہو۔ کئی سال ہوئے محترم ملک صلاح الدین صاحب (قادیان) سے میں نے اپنے اس خیال کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ غالباً حامد علی مولوی شیر علی صاحب کا سابقہ نام تھا۔ اس سے میرے وثوق کو مزید تقویت پہنچی۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اس کار خیر میں اپنے اور حامد علی صاحب کے نام پر دی جانے والی رقم کے علاوہ روزانہ ایک روپے کے ٹکے لے کر اپنی جیب میں رکھتے اور رستے میں جو فقیر بھی نظر آتا اسے کم از کم ایک ٹکہ دیتے۔ اس زمانے میں دو پیسے کا ایک سکہ رائج تھا جسے ٹکہ کہتے تھے۔ اس کی قوت خرید کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اس وقت ایک ٹکے کا ایک پاؤ دہی ملتا تھا جو آجکل کراچی میں ساڑھے چار روپے کا ملتا ہے اور دو ٹکے پانے والا نو روپے وصول کرتا تھا۔

حضرت مولوی صاحبؓ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے سلسلہ میں قریباً تین سال لندن میں مقیم رہے۔ واپس آنے کے بعد آپ ہمہ وقت اس کام کی ایڈیٹنگ، ٹائپ شدہ مسودات کی پروف ریڈنگ اور دوبارہ ٹائپ شدہ مسودات کی دوبارہ اور سہ بارہ پروف ریڈنگ کے بظاہر تھکا دینے والے مگر انتہائی احتیاط اور ذمہ داری کے کام میں مصروف رہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کے ارشاد پر خاکسار کو بھی چند بار حضرت مولوی صاحب کے ساتھ انگریزی ترجمہ کی پروف ریڈنگ کی سعادت حاصل ہوئی۔ پہلی بار صبح دس بجے حضرت مولوی صاحبؓ نے مجھے دوکان سے اپنے ساتھ لیا اور ہم مسجد مبارک کے پرانے حصہ کے محراب کے پاس آکر نماز ظہر تک بیٹھے۔ اس کے بعد بھی جتنی دفعہ اس کام کے لئے مسجد مبارک جانے کا موقعہ ملا حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ہمیشہ اسی جگہ پر قبلہ رو ہو کر بیٹھتے اور مجھے اپنے سامنے بٹھا لیتے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ وہی جگہ تھی جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہوتے تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس ٹائپ شدہ مسودات کے دو بنڈل ہوتے۔ ایک اصلاح شدہ اور دوسرا اس کے مطابق نیا ٹائپ شدہ۔ اول الذکر وہ اپنے سامنے رکھتے اور دوسرا مجھے دیتے کہ میں صاف آواز سے ایسے پڑھوں کہ تمام Punctuation Marks, Capital Letters and Italics ادا کروں۔ جبکہ آپ اصلاح شدہ مسودہ کو غور سے دیکھتے جاتے کہ جو کچھ پڑھ رہا تھا وہ عین اس کے مطابق تھا یا نہیں۔ نماز ظہر سے پہلے مسجد مبارک میں بالعموم کوئی آدمی نہیں ہوتا تھا اور ایسے کام کے لئے یکسوئی میسر تھی۔

ایسے ہی ایک موقعہ پر موسم سرما میں چھوٹی سیڑھیوں کے راستے ہم مسجد مبارک میں داخل ہوئے۔ حضرت مولوی صاحبؓ اس دروازہ کے سامنے کھڑے تھے جہاں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے ایک لمبا کوٹ پہنا ہوا تھا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پہنا کرتے تھے۔ خاکسار کو مخاطب کر کے حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا "میں جب لندن میں تھا تو سردیوں میں مجھے گرم کوٹ کی ضرورت پڑی۔ میں نے درزی کو اپنا پرانا کوٹ دیا کہ اس نمونہ کا کوٹ سی دو۔ چنانچہ اس نے یہ کوٹ سی کر دیا جو میں نے پہنا ہوا ہے۔ اس کے کپڑے کی قیمت تو ایک پونڈ تھی اور درزی نے سلائی کے چھ پونڈ لئے۔ یہ کہہ کر کہ یہی بڑی بات ہے کہ میں نے آپ کو مطلوبہ نمونے کے عین مطابق کوٹ سی دیا ہے"۔ اس زمانہ میں لندن میں مروجہ اوور کوٹ بہت کم قیمت پر ملتے تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کو اس نمونہ کا کوٹ پسند تھا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پہنا کرتے تھے اس لئے زیادہ قیمت دے کر وہ سلوایا۔ ورنہ حضرت مولوی صاحبؓ سادگی کا پیکر تھے۔ رہائش، لباس اور غذا سب حد درجہ سادہ تھے اور ایک پیسہ بھی ضرورت سے زیادہ نہ خرچ کرتے تاکہ وہ ایک ایک پیسہ مخلوق خدا کے کام آسکے۔

پروف ریڈنگ کے سلسلہ میں حضرت مولوی صاحبؓ کے ساتھ آپ کے دفتر واقع کوٹھی دارالحمد محلہ دارالانوار بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ گرمیوں کے دنوں میں ایک دفعہ صبح نو بجے وہاں پہنچے تو کافی پسینہ آرہا تھا۔ آپ نے دفتر کھول کر پنکھا چلایا اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ میز کے سامنے والی کرسی پر میں بیٹھ گیا اور ہم نے کام شروع کر دیا۔ پنکھے کی ہوا سے پسینہ خشک ہو کر گرمی کی شدت میں کمی محسوس ہونے لگی تھی کہ حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا پنکھا بند کر دیں۔ میں نے سوچ آف کر دیا۔ ہم پھر کام کرنے لگے۔ کوئی پانچ سات منٹ بعد جب گرمی ناقابل برداشت ہونے لگی تو فرمایا پنکھا چلا دو۔ میں نے تعمیل کی اور پھر کام کرنے لگے۔ اسی طرح سات آٹھ منٹ پنکھا چلتا اور چھ سات منٹ بند رہتا۔ اور کام جاری رہتا۔ جب تین چار دفعہ ایسا ہو چکا تو حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبات تحریک جدید میں اخراجات میں بچت کرنے کی بہت تلقین فرمائی ہے۔ اس لئے بجلی کے بل میں بچت کی خاطر میں ایسا کر رہا ہوں۔" دوپہر کو مددگار کارکن آپ کے گھر سے کھانا لے کر آیا۔ چینی کے ایک پیالہ میں شوربے میں بھیگے ہوئے روٹی کے ٹکڑے تھے جو آپ نے چمچ کے ساتھ کھائے۔

غض بصر کا یہ عالم تھا کہ رستہ چلتے ہوئے حضرت مولوی صاحب کی آنکھیں نیم وا ہوتی تھیں جیسے نماز کے دوران آنکھیں سجدہ گاہ پر ہوتی ہیں مگر سامنے سے آنے والے ہر شخص کو قطع نظر اس کے کہ وہ عمر میں چھوٹا ہے یا بڑا سلام کہنے میں آپ سبقت فرماتے تھے۔ آپ کے جملہ محاسن کی بنا پر اپنوں کی زبان پر تو بالاتفاق یہ بات تھی کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ فرشتہ انسان ہیں۔ مگر میں نے ایک اشد معاند کی زبان سے جو مخالفت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا یہ سنا۔ جب حضرت مولوی صاحبؓ اس کی دوکان کے سامنے سے گزر رہے تھے اس نے تعظیماً اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ فرشتہ جا رہا ہے۔ اس وقت معاً میرے دل میں خیال آیا کہ کیسا عجیب شخص ہے ان کو تو فرشتہ کہتا ہے مگر فرشتوں نے خدا کے حکم سے جس کے سامنے سر خم تسلیم کیا ہے اس کی شان میں زبان طعن دراز کرتا ہے۔ پس انکار کرنے والا حیران و ششدر رہ گیا، اور ہمارا ایمان محکم تر ہوا اور ہمارا ہاتھ ایک ایسے مضبوط کڑے پر پیوست ہوا کہ ٹوٹنا جس کے مقدر میں نہیں۔

اے خدا تو اولین اور آخرین پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرما اور ہمیں ان کے حسنات کا وارث بنا۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

(بشکریہ الفضل، ربوہ۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۳)

میجر منظور احمد صاحب انتقال فرما گئے

افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ میجر ریٹائرڈ منظور احمد صاحب مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۹۳ء بروز بدھ انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف الفضل کے پرانے قلمکار تھے۔ شعر و سخن سے دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کی نظمیں اکثر شائع ہوتی رہتی تھیں۔ مرحوم کی ایک نظم "نالہ فراق" ہمیں ملی ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

احباب کرام سے ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

نالہ فراق

ویران ہیں کاشانے   برباد ہیں مے خانے
روحوں میں در آئے ہیں   کچھ غم جو ہیں انجانے
کچھ ان کے افسانے

ہیں دور بہت آقا   مجبور بہت آقا
سینوں میں ہیں ہجراں کے   ناسور بہت آقا
ہیں چُور بہت آقا

اشکوں کی روانی ہے   یہ آگ کا پانی ہے
اک درد کا قصہ ہے   اک دکھ کی کہانی ہے
جو تم کو سنانی ہے

اک رشتہ جو گہرا ہے   اک پیار جو سچا ہے
اس پیار کے ناطے سے   اک عرض تمنا ہے
تم سے یہی کہنا ہے

للہ کہ لوٹ آؤ   بس اب تو آجاؤ
برداشت نہیں ہوتا   اتنا بھی نہ تڑپاؤ
کب آؤ گے! فرماؤ

(میجر منظور احمد الزجاجہ۔ ساہیوال)

شیخ روشن دین صاحب تنویر

(محترمہ فرحت ذاکر صاحبہ - لندن)

میرے پیارے اباجان مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر ۲۷ جنوری ۱۹۷۲ء میں وفات پاگئے تھے۔ وفات سے چند ماہ قبل تک "الفضل" کے ایڈیٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ۲۵ سال تک الفضل کی خدمت کی توفیق بخشی۔ اباجان نے ۱۹۴۰ء میں احمدیت قبول کی۔ ان کا احمدیت قبول کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا خاص نشان تھا۔ ابا ادیب اور شاعر تھے، پڑھے لکھے طبقے سے تعلقات رکھتے تھے، علماء وقت سے بھی بات چیت رہتی تھی اور احمدیت کی مخالفت میں ان کے ساتھ مل کر پیش پیش تھے، لیکن چونکہ حقیقت کی تلاش میں رہتے تھے اور مخالفت برائے مخالفت کے قائل نہ تھے اس لئے تحقیق کی غرض سے قادیان گئے اور وہاں جلسہ سالانہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی فرمائی جس کے نتیجہ میں ان کی زندگی میں عظیم روحانی انقلاب برپا ہوا۔ پھر تو وہ سیالکوٹ میں بیٹھ کر قادیان کے لئے تڑپنے لگے اور "الفراق" جیسی نظمیں لکھیں۔

میں ترستا ہوں قادیاں کے لئے
جیسے مرغ اپنے آشیاں کے لئے
یہ زمیں جس کا ذرہ ذرہ ہے
چشمہ زندگی جہاں کے لئے
اے مسیحائے وقت ایک نظر
اپنے تنویر نیم جاں کے لئے

احمدیت کی وجہ سے آپ کے اندر ایک عظیم روحانی تغیر پیدا ہوا تھا اور اپنی تمام صلاحیتیں احمدیت کی خدمت میں صرف کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس جذبہ کو قبول فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو الفضل کی ادارت کے لئے چن لیا۔ آپ سیالکوٹ سے قادیان اپنے محبوب آقا کے قدموں میں آبسے اور دل وجان سے خدمت دین میں مصروف ہوگئے اور نہایت جاں فشانی سے کام کیا۔ پھر ملک کا بٹوارہ ہوا۔ پاکستان اور بھارت وجود میں آئے۔ قادیان سے ہجرت ہوئی اور الفضل بڑے ہی کڑے مراحل سے گذرا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم، ہر موڑ پر نصرت فرمائی اور الفضل ترقی کی منازل طے کرتا رہا اور تبلیغ اسلام اور احمدیت کے عظیم الشان مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اہم رول ادا کرتا رہا۔ ابا کو اس کی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔

ابا کی وفات کو ۲۲ سال کا عرصہ گذر گیا ہے۔ میرے بچپن اور ناسمجھی کا زمانہ ابا کی بیماری اور کمزوری صحت کے ساتھ ساتھ گذرا۔ وہ بعض عوارض میں مبتلا تھے جو ہمیشہ ساتھ رہے۔ بعض دفعہ اس میں شدت پیدا ہوجاتی۔ کوئی اور تکلیف بھی ساتھ آن ملتی۔ ان سب بیماریوں کے باوجود ایک بات میرے ذہن پر نقش ہے وہ یہ کہ کبھی بھی اپنی بیماری کو اپنے دفتری فرائض میں حائل نہیں ہونے دیا۔ بہت پابندی سے دفتر جاتے اور اپنے سب فرائض کو نہایت احسن رنگ میں انجام دیتے۔ بعض دفعہ ساری رات بہت تکلیف میں جاگتے ہوئے گزرتی لیکن صبح دفتر جانے کے لئے تیار ہوتے۔ الفضل سے کچھ ایسی محبت تھی کہ ذرا سی جدائی بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میری تو یہ تمنا ہے کہ اس وقت جان نکلے جب میں الفضل کا ایڈیٹوریل

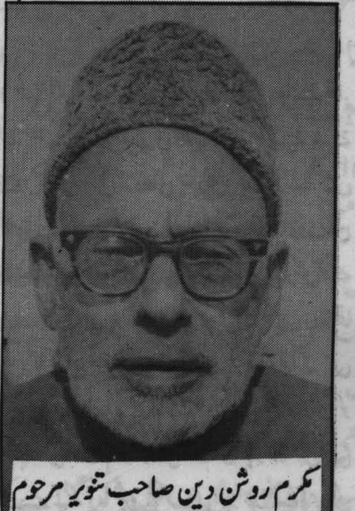

مکرم روشن دین صاحب تنویر مرحوم

لکھ رہا ہوں۔ کام میں کچھ ایسی محویت ہوتی کہ کوئی شور یا کسی کا آنا جانا بھی اس محویت میں مخل نہ ہوسکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ بے حد سادہ طبیعت تھی۔ اپنے سب کام خود کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ بہت کم کسی اور کو تکلیف دیتے۔ کھانا پینا، لباس، رہائش نہایت سادہ تھی۔ اگرچہ بہت اچھے ذوق کے مالک تھے لیکن جو بھی میسر آیا اس پر قانع رہے۔ بے حد خوش اور مطمئن۔ کبھی کسی چیز کا لالچ نہیں کیا۔ اپنی معمولی تنخواہ کو اپنی ضروریات کے لئے کافی سمجھتے۔ اگر کبھی کسی ذریعہ سے خدا تعالیٰ کوئی رقم عطا فرماتا تو فوراً چندہ میں دے دیتے اور کبھی بھی گھریلو ضروریات کے لئے خرچ نہ کرتے۔ اپنی ضروریات کو نہایت محدود رکھا۔ فضول خرچی کو پسند نہ کرتے۔ اپنا زیادہ تر وقت مطالعہ میں صرف کرتے۔ خرابی صحت کی وجہ سے زیادہ باہر نہ جاتے لیکن اگر کوئی ملنے کے لئے آتا تو بے حد خوشی کا اظہار کرتے، بہت محبت سے ملتے۔ خوب مہمان نوازی کرتے اور دوبارہ آنے کی تاکید کرتے۔

فارغ وقت میں باغبانی میں مصروف رہتے۔ بہت محنت کرتے۔ میں اس وقت بھی چشم تصور سے اپنے گھر کے آنگن میں پھول اور پھلوں کے پودوں کے ساتھ ساتھ مکئی اور دھان کی فصلیں بھی لہلہاتی ہوئی دیکھ سکتی ہوں۔

ابا کو کھانا بنانے کا بھی بہت شوق تھا۔ اگرچہ موقعہ کم ہی ملتا لیکن جب کبھی مل جاتا تو ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ بہت اچھا کھانا بناتے تھے۔

ابا کو خلافت سے غیر معمولی عشق اور محبت تھا۔ زندگی کے آخری لمحوں تک اس جذبہ سے سرشار رہے۔ امام وقت کی محبت اور دعاؤں کو اپنا سرمایہ حیات سمجھتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے کوئی تحفہ ملتا یا خوشنودی کا خط آتا تو چہرہ خوشی سے تمتما اٹھتا۔ کئی کئی دن اس خوشی میں سرشار رہتے۔ میں نے کبھی بھی انہیں اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا ایسے موقعوں پر۔ بار بار ہمیں بھی بتایا کرتے کہ دیکھو کتنے خوش نصیب ہیں ہم کہ خلیفہ وقت کی محبت اور دعائیں ملی ہیں اور انہوں نے ہمیں یاد کیا۔

اللہ تعالیٰ پر انتہائی توکل تھا۔ کبھی انہیں مایوس نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ہر حال میں خوش رہتے اور بے چینی اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کرتے تھے۔ دعاؤں پر بہت یقین تھا۔ ایک دفعہ اپنے سارے کلام کو اکٹھا کر کے کہیں رکھ دیا اور بھول گئے۔ جب ضرورت پڑی تو ڈھونڈنے لگے۔ لیکن تلاش بسیار کے باوجود کاغذات نہیں ملے۔ نماز میں نہایت درد دل سے دعا کی۔ نماز ختم کرنے کے بعد سیدھے اس جگہ پہنچے جہاں سب کاغذات اکٹھے رکھے ہوئے تھے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

اسی طرح ایک دفعہ میرا بھائی شدید بیمار ہوگیا۔ بچنے کی امید نہیں تھی۔ سخت پریشانی کا عالم تھا۔ ابا نے علیحدہ جاکر نہایت گریہ وزاری سے دعائیں کرنی شروع کیں اور اس وقت تک جاری رکھیں جب تک کہ بھائی کی طبیعت سنبھل نہیں گئی۔

اکثر سچے خواب دیکھتے۔ ان کی نوٹ بک میں کئی اشعار پر لکھا ہوا ہے۔ "الہامی شعر"۔ ایک الہامی شعر مندرجہ ذیل ہے:

چپکے سے موت آئے ہرگز نہ کوئی جانے
آخر بلا لیا ہے مجھ کو میرے خدا نے

ابا کو اپنی زندگی میں بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن نہایت ہمت سے ان کا مقابلہ کیا۔ کبھی حوصلہ نہیں ہارا۔ کبھی اپنے دکھ اور کرب کا اظہار نہیں کیا۔ بعض دفعہ دل بہت بے چین بھی ہوتا لیکن اپنی کیفیت پر کچھ اس انداز سے قابو پالیتے کہ کوئی دل کا حال نہ جان سکتا۔ راتیں اکثر جاگ کر اضطراب اور دعا میں گزارتے۔ مگر صبح کو سب بے چینی اور بے قراری دل کی گہرائیوں میں چھپا کر ایسے پرسکون ہوجاتے جیسے کسی طوفان سے آشنا ہی نہ ہوں۔ الفضل سے رخصت ملنے کے بعد ان بے چینیوں میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ بہت اداس رہتے۔ ایسے لگتا تھا کہ زندگی کا مقصد ہاتھ سے چھوٹ گیا ہو۔ دفتر سے کوئی ملنے آجاتا تو جیسے زندگی کی لہر دوڑ جاتی۔ بار بار کہا کرتے کہ اب کیا کروں کچھ کرنے کو باقی نہیں رہا۔ پھر علیل ہوگئے اور اسی علالت میں اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو زندگی میں ہی اچھے انجام کی خوشخبری دے دی تھی۔ آخری بیماری میں بار بار بہت ہی اطمینان اور سکون سے فرمایا کرتے تھے Danger Over یعنی خطرہ ٹل گیا۔

عجیب اتفاق ہے کہ ابا نے احمدیت بھی عیدالاضحیٰ کے روز قبول کی تھی اور ان کی وفات بھی عید کے روز ہی ہوئی۔ جس دن وفات پائی اس دن یہ فی البدیہہ رباعی لکھی:

عید قرباں ہے اور آج تنویر
مجھ پر ہے فضل رب سبحانی
پیش کرتا ہوں قلب و روح و دماغ
کاش منظور ہو یہ قربانی

اس کے بعد ایک شعر میں اپنی اس حسرت کا اظہار فرمایا:

عید قربان ہے پر عید کے سامان کہاں
جان قربان کروں، تن میں مگر جان کہاں

اللہ تعالیٰ میرے ابا کی قلب و روح و جسم و جان کی قربانی قبول فرمائے اور انہیں غریق رحمت فرمائے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دعوت عمل

مانند صبا ہم کو ہر باغ میں جانا ہے — ہر ذرے کے کانوں میں یہ زمزمہ گانا ہے
اس جلوہ سے ہر گل کو رنگین بنانا ہے — ظلمت کا ہر اک پردہ آنکھوں سے اٹھانا ہے
یہ قافلہ روحانی طاقت سے روانہ ہے
ہر ایک کو دعوت ہے آئے جسے آنا ہے

ہر ایک وطن میں اب اے دوستو جانا ہے — اور حرص و ہوا کی جو بستی ہے مٹانا ہے
شیطاں نے بنایا ہے جو قصر گرانا ہے — ہر شہر میں گھر اس کی رحمت کا بسانا ہے
پیغام مسیحائے موعود سنانا ہے
ہر ایک کو دعوت ہے آئے جسے آنا ہے

جس کو نہ برسنا ہو وہ ابر ابھی چھٹ جائے — جو سینہ لرزتا ہے بہتر ہے کہ پھٹ جائے
جو دوری منزل سے ڈرتا ہے پلٹ جائے — جو ساتھ نہیں چلتا وہ راہ سے ہٹ جائے
ہر ایک روکاوٹ کو رستے سے ہٹانا ہے
ہر ایک کو دعوت ہے آئے جسے آنا ہے

(روشن دین تنویر - مطبوعہ الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۴۲ء)

الفضل میں اشتہار دیکر تجارت کو فروغ دیں (مینیجر)

آپ کا خط ملا

محمودہ بیگم صاحبہ لاہور سے لکھتی ہیں:

مجھے حضور انور کا خطبہ جمعہ فرمودہ "۳۰ اپریل ۱۹۹۳ سننے کا موقعہ ملا جس میں حضور نے صوبہ سرحد کے احمدی مسلمانوں کا ذکر فرمایا ہے لیکن میرے والد صاحب مکرم ڈاکٹر کیپٹن محمد دین صاحب مرحوم کا ذکر خیر کسی وجہ سے رہ گیا ہے۔ اسلئے یہ تحریر لکھ رہی ہوں تاکہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اور احباب جماعت میرے والد صاحب کو بھی صوبہ سرحد کے احمدی احباب میں شمار فرماکر ان کے لئے دعا کریں۔

میرے ابا ڈاکٹر محمد دین صاحب جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف بھی حاصل ہے ان کی تمام زندگی صوبہ سرحد کے مختلف شہروں میں اور مختلف ہسپتالوں میں گزری۔ میرے ابا نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھ کر اور خط و کتابت کے بعد احمدیت قبول کی۔ ابھی چھوٹی عمر کے ہی تھے کہ میری دادی جان وفات پاگئیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد دادا جان بھی مولائے حقیقی سے جا ملے۔ ابا بتایا کرتے تھے کہ وہ بہت چھوٹے تھے جب دادا ابا انہیں کندھوں پر بٹھا کر نماز تہجد کے لئے مسجد لے جایا کرتے تھے۔ میرے دادا جان بہت پرہیز گار اور متقی انسان تھے۔ انہوں نے ابا جان کو بچپن سے ہی نمازوں اور روزوں کا عادی بنایا۔ ابا جان ایف ایس سی کا امتحان دے رہے تھے کہ انہیں آنکھوں کی تکلیف ہوئی۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں تحریر کیا کہ میں ایک یتیم ہوں، ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں۔ حضور نے جواب دیا کہ آپ بے فکر ہو کر امتحان دیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ پہلی پوزیشن حاصل کریں گے۔ ابا بتایا کرتے تھے کہ جب میں اگلے دن امتحان دینے کے لئے روانہ ہوا تو میری آنکھیں بالکل روشن تھیں اور اس دن کے بعد وفات تک کبھی بھی آنکھوں کی تکلیف نہیں ہوئی۔

دوسری طرف حضور علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ابا نے ڈاکٹری کے امتحان میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔

اباجان نے غالباً لاہور یا سیالکوٹ سے قادیان جاکر حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی۔ اس وقت ان کی عمر ۱۸ برس تھی۔ بیعت کے بعد میرے تایا اور پھوپھی نے ابا سے قطع تعلق کر لیا۔ اور شرط یہ رکھی کہ یا احمدیت چھوڑ دو یا ہمیں چھوڑ دو۔ ابا کے انکار کرنے پر تایا اور پھوپھی علاقہ چھوڑ کر افغانستان کے شہر غزنی چلے گئے۔ لیکن آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس طرح بہت بڑی قربانی کی۔

آپ کی ساری زندگی صوبہ سرحد میں خدمت دین کرتے ہوئے گزری۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے قادیان دارالبرکات میں آٹھ کنال زمین پر کوٹھی بنائی اور آٹھ سال تک جماعت کے ہسپتال میں آنریری طور پر کام کیا۔ ان کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے بہت شفا رکھی تھی۔ کئی دفعہ ایسے مریض آتے تھے جنہوں نے اباجان کو دیکھا نہیں ہوتا تھا لیکن وہ بتاتے تھے کہ ہمیں خواب کے ذریعہ بتایا گیا کہ اس ڈاکٹر سے علاج کراؤ تمہیں شفا ہوگی۔ ابا نہ صرف غریب مریضوں کا علاج مفت کرتے بلکہ انکی مالی امداد بھی فرماتے۔

اباجان کو سچے خواب آتے اس میں ایک ان کی وفات کے متعلق تھا جو انہوں نے وفات سے کئی سال پہلے دیکھا تھا اور وہ بعینہ پورا ہوا۔ اباجان ضلع مردان میں فوت ہوئے۔ میرے بھائی نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی خدمت میں تار ارسال کیا جس میں نماز جنازہ کی درخواست کی گئی تھی۔ حضرت فضل عمرؓ ان دنوں بیمار تھے۔ چنانچہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور میرے والد صاحب کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص کے سامنے سپرد خاک کر دیا گیا۔

میرے ابا سادہ طبیعت اور نیک فطرت انسان تھے۔ چندہ کی ہر تحریک پر خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبیک کہتے اور فوراً چندہ ادا کرتے تھے۔

میں نے بہائیت کیوں چھوڑی ؟

مندرجہ ذیل خط ایک مصری نژاد احمدی دوست کا ہے جنہوں نے بہائیت سے علیحدگی اختیار کر کے اسلام قبول کیا۔ ان کے ساتھ ہماری جماعت کے دوستوں کا رابطہ خرطوم، سوڈان کے ایک ہوٹل میں ہوا تھا۔ انہوں نے احمدیت کا بغور مطالعہ کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا اور یہ خط اپنی بیعت کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بھجوایا تھا مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ان سے رابطہ منقطع ہو گیا اور وہ غائب ہو گئے یا غائب کر دیئے گئے اور باوجود کوشش کے ان کا سراغ نہ مل سکا۔

ذیل میں ان کے خط کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے مگر بعض وجوہ کی بنا پر ان کا نام شائع نہیں کیا جا رہا۔

(ادارہ)

میں نے ۱۹۴۲ء میں ایک بہائی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ میرے والد محترم نے ایران کی سیر کے دوران بہائیت قبول کی۔ میری والدہ ایران میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کے دادا بہائیت کو مصر میں لانے والوں میں سے تھے۔

جب میں نے جوانی کے عالم میں قدم رکھا تو قاہرہ کی بہائی نوجوانوں کی تنظیم کا ممبر بنا۔ پھر سیکرٹری بنا اور پھر صدر۔ ۱۹۶۰ء میں مصر میں بہائیت کے خلاف قانون پاس ہوا۔ املاک ضبط ہوئیں۔ مگر میں بہائیت کی تبلیغ میں سرگرم رہا۔ اس وجہ سے کئی بار لمبی جیل دیکھی۔

بی اے کرنے کے بعد میں نے ایک حکومتی ادارے میں ملازمت کر لی۔ پھر اسے چھوڑ کر ملازمت کے حصول کے لئے کویت چلا گیا۔ جہاں پر بہائیت کی مرکزی محفل کا ممبر بنا اور یوں بہائی لٹریچر کے مطالعے کا زیادہ موقع ملا۔ انہی دنوں حکومت ایران نے بہائی افراد و تنظیموں کے خلاف کارروائیاں کیں۔ شیراز میں بہائی مراکز ج مسمار کر دیئے گئے۔ اس سے قبل عراق نے بھی بغداد میں بہائی مرکز ج کو منہدم کر دیا تھا۔

کویت میں قیام کے دوران بہائی تنظیم کو زیادہ قریب سے دیکھنے اور بہائی لٹریچر کو بکثرت پڑھنے کے نتیجہ میں بہائیت کی اصل تصویر اس تصویر سے بالکل مختلف نظر آنے لگی جو مصر میں ہمارے سامنے پیش کی جاتی تھی۔ یہ تضاد رفتہ رفتہ زیادہ نمایاں طور پر نظر آنے لگا۔ مثال کے طور پر:

الف: بہائیت کے بانی اوّل میرزا علی محمد الباب تھے جنہوں نے اپنا نام الذکر رکھا ہوا تھا اور اعلان کیا ہوا تھا کہ درج ذیل قرآنی آیت میں الذکر سے مراد میں ہی ہوں

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" اور یہ کہ خدا نے چونکہ یہاں "الذکر" کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اس لئے مجھے کوئی طاقت گزند نہیں پہنچا سکتی۔

مگر اس دعویٰ پر سات سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ "الباب" کو پھانسی دے دی گئی (دعویٰ ۱۸۴۴ء اور پھانسی ۱۸۵۰ء) اور اگلے چند سالوں میں نہ ہی ان کا کوئی پیروکار رہا اور نہ ہی ان کی تحریرات کا کوئی نشان باقی رہا۔

بہائیت کے مقدس مقامات اور مراکز ج منہدم کر دیئے گئے۔ خدا نے ان کی حفاظت نہ کی جیسا کہ بہائی دعویٰ کرتے تھے

ب: بہائیت کی عالمی مرکزی کونسل "بیت العدل الاعظم" نے ایرانی بہائی مرکزی محفل کے ساتھ مل کر ۱۹۶۳ء میں یہ اعلان کیا تھا کہ ایران میں اب ایک بھی یہودی باقی نہیں رہا بلکہ سب نے بہائیت قبول کر لی ہے۔ مگر ۱۹۸۲ء میں خمینی کے دور حکومت میں ایران نے وہاں پر موجود یہودیوں کو ملک چھوڑنے کی اجازت دی۔ جس سے ثابت ہوا کہ سب ایرانی یہودیوں نے بہائیت قبول نہیں کی تھی۔

ج: بہائیت کے دوسرے بانی حسین علی بہاء اللہ کو ۱۸۵۰ء میں الباب کے قتل کے بعد ایرانی حکومت نے ایران سے نکال دیا۔ وہ بغداد پہنچا اور ۱۸۶۳ء میں اس نے بھی دعویٰ کیا۔ پھر وہ بغداد سے بھی نکالا گیا اور ترکی پہنچا۔ پھر "عکا" فلسطین میں اسے قید کیا گیا۔ قید خانے میں ہی ۱۸۹۲ء میں وہ فوت ہوا۔ قید خانہ سے رہائی کی اس کی دعائیں نامقبول رہیں۔

اس نے وصیت کی تھی کہ اس کے بعد اس کا بیٹا عباس عبدالبہاء جانشین ہو گا پھر اس کا بیٹا اور اس کے بعد اس کے بیٹے کا بیٹا و علیٰ ہٰذا القیاس مگر اس کی یہ وصیت پوری نہ ہو سکی کیونکہ اس کے بیٹے عباس عبدالبہا کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی۔ عباس نے وصیت کی کہ اس کے بعد اس کا نواسہ شوقی ربانی جانشینی کرے گا۔ پھر شوقی ربانی کے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ وہ ۱۹۵۷ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد یہ معاملہ لٹکا رہا۔ آخر کار ۱۹۶۳ء میں جانشینی کے لئے "بیت العدل الاعظم" نامی ادارہ قائم ہوا مگر اس ادارہ میں (بہاء اللہ کے دعویٰ کے برخلاف) اس کا کوئی پوتا وغیرہ صدارت کا حق دار نہ بن سکا۔ اس "بیت العدل الاعظم" کے بارہ میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ یہ "غلطیوں سے پاک" ہے مگر اس ادارے کی کارروائیوں نے اس دعویٰ معصومیت کو باطل ثابت کر دیا۔

آخری بات مجھ پر یہ کھلی کہ بہائیت کو سب سے زیادہ فخر اس "اداراتی نظام" پر ہے مگر پتہ لگا کہ یہ "نظام" ایک یہودی ماسوریمی کا وضع کردہ ہے اور یہ خدمت اس نے شوقی ربانی کی درخواست پر سرانجام دی۔

اس طرح رفتہ رفتہ حقائق واضح ہوتے گئے۔ آخر ۱۹۸۳ء میں کویت چھوڑنے سے قبل میں نے "بیت العدل" کے ساتھ سخت لب و لہجہ کے ساتھ خط و کتابت کی۔ میں نے خاص طور پر اس بات پر اعتراض کیا کہ بہائیت کو صیہونیت کے ساتھ گٹھ جوڑ کی کیا ضرورت تھی۔ یاد رہے کہ شوقی ربانی نے ۱۹۵۰ء میں ان صیہونی۔ بہائی تعلقات کا اعلان کیا تھا۔ یہ بات مجھے کویت کے قیام کے دوران معلوم ہوئی۔

مصر واپس آکر میں نے دوبارہ اس حکومتی ادارے میں کام کی درخواست دی جس میں کویت جانے سے قبل ملازم تھا۔ مگر ملازمت نہ مل سکی۔ دوسری طرف گھریلو اور معاشرتی حالات بھی ابتری کا شکار ہو گئے۔ میں سب بہائیوں کی نظر میں "وعدہ خلاف" اور قسم توڑنے والا ٹھہرا۔ وہ میرے سلام کا جواب دینا بھی حرام سمجھتے تھے۔ میری بیوی نے طلاق لے لی۔ میرے بچوں اور گھر والوں حتیٰ کہ میری والدہ اور بھائی بہنوں نے میرا مقاطعہ کر دیا۔ کویت میں جو کچھ کمایا تھا وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ آخر کار مجبور ہو کر سوڈان کی طرف نکل گیا۔

سوڈان پہنچ کر میں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور ایک قاضی کے سامنے میں نے بہائیت سے بیزاری کا اظہار کیا اور ایک مسلمان کی طرح رہنے کی کوشش کرنے لگا۔

مگر مسلمانوں کی حالت زار، اسلام سے ان کی دوری اور امت مسلمہ کی دگرگوں حالت ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہتی۔ اس دوران وحی الٰہی کے جاری رہنے کا عقیدہ میرے وجدان میں تھا۔ نیز میرا دل گواہی دیتا تھا کہ مسیح موعود کے ظہور کی علامات بھی پوری ہو گئی ہیں۔ میں نے "جماعت انصار" کے قریب ہونے کی کوشش کی۔ یہ لوگ مشہور مہدی سوڈانی کے ماننے والے ہیں۔ مگر مجھے ان میں کچھ نظر نہ آیا۔ یہ زمانے کی علامات سے بے خبر ہیں۔ انگریزوں کے ساتھ ان کے جو سیاسی معرکے ہوئے ان کی یاد کی وجہ سے ایک دینی اور سیاسی جوش رکھتے ہیں مگر روحانیت کا خانہ خالی ہے۔

آخر کار کچھ عرصہ ہوا ایک ہوٹل میں ایک پاکستانی نوجوان سے تعارف ہوا۔ اس کے چہرے کے روحانی جذب اور اخلاق اور سادگی سے متاثر ہوا۔ اور یہ سن کر خوش ہوا کہ وہ "قادیانی مہدی" کا پیروکار ہے۔ میں نے اس سے خواہش کی کہ میں احمدیت کے بارہ میں مزید جاننا چاہتا ہوں۔ اس نے دوسرے احمدیوں سے ملایا۔ یہ ملاقاتیں کئی بار ہوئیں اور بہت سی کتب پڑھیں۔ خصوصاً "القول الصریح عن ظہور المہدی والمسیح، حقیقہ عقوبۃ الردہ فی الاسلام، اور الاستفتاء"۔

(۱) قبول احمدیت

القول الصریح نامی کتاب پر بیعت کے الفاظ بھی تھے۔ سب سے پہلی بات جو اس کلمات بیعت میں میری توجہ کا باعث بنی وہ زنا سے اجتناب کا عہد تھا۔ الحمد للہ کہ میں ساری زندگی اس گناہ کے قریب نہ گیا تھا۔ دوسری بات جس پر میں عمل پیرا تھا وہ استغفار کی عادت تھی۔ مختصر یہ کہ ان شرائط بیعت پر خاکسار پہلے ہی عمل کرتا تھا سوائے نماز کے التزام کے۔ الحمد للہ کہ اب میں نے باقاعدگی کے ساتھ نماز کی ادائیگی کی کوشش شروع کر دی ہے۔ اگرچہ بڑھاپے میں ایک نئی عادت ڈالنے میں دشواری کا سامنا ہے تاہم کوشش میں ہوں کہ یہ عادت پڑ جائے۔

(۲) میں نے "الاستفتاء" اور حقیقہ عقوبۃ الردہ نامی کتابوں کے مطالعہ کے دوران جو خاص بات نوٹ کی وہ حضرت احمد المہدی والمسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کی انکساری اور تواضع کی عادت ہے۔ یہی بات احمدیت کی طرف پہلا قدم اٹھانے کا باعث بنی۔

(۳) پھر میں نے سوچا کہ دیکھنا چاہئے کہ تورات و انجیل میں "مسیح موعود" کے زمانہ کی تعیین کے لئے جو پیش گوئیاں ہیں وہ پوری ہوئی ہیں یا نہیں؟ میں نے ایک احمدی نوجوان سے بائبل اور تاریخ احمدیت پر مشتمل کتب طلب کیں۔ کبابیر میں چھپنے والی اسی موضوع پر ایک کتاب مجھے ملی جس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

(۴) ابھی ایک اور سوال کا جواب بھی چاہئے تھا۔ کیا حضرت احمد المہدی علیہ السلام اپنے ماننے والوں میں کوئی روحانی تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے؟، ان کو روحانی طاقت اور ایمانی لطافت بہم پہنچائی؟۔ اس سوال کا جواب بھی مجھے بڑے واضح طور پر ملا۔ جس ہوٹل میں میں رہتا تھا اس کا کرایہ میرے ذمہ تھا اور قریب تھا کہ میں اس کی وجہ سے قید ہو جاتا۔ اس پاکستانی نوجوان کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے فوراً بارگاہ الٰہی میں میرے لئے دعا شروع کر دی اور خدا نے اس کی دعاؤں کو سنا اور میرے حالات یکسر بدل گئے۔

(۵) مسئلہ ختم نبوت کے بارہ میں کوئی بات میری الجھن کا باعث نہ بنی۔ کیونکہ اس بارہ میں میری ایک ذاتی رائے تھی (نہ کہ بہائیت کی) کہ فیضان الٰہی کا چشمہ جاری و ساری ہے۔ یہ کبھی خشک و منقطع نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (سورۃ الکہف: ۱۱۰)

دوسرے یہ کہ آیت خاتم النبیین کا نزول ایک خاص سیاق و سباق اور خاص حالات میں ہوا ہے۔ اس آیت میں اس افواہ کا رد کیا گیا ہے کہ زید بن حارثہؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وراثت میں نبوت پائیں گے۔

تیسرے یہ کہ مشائخ درج ذیل آیت کو بھی انقطاع وحی الٰہی پر دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ مگر یاد رہے کہ اگرچہ یہ آیت آخری آیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی مگر دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ اور پھر قرآن کریم کی متعدد دوسری آیات میں یہ بات مذکور ہے کہ ہر نبی کا دین اسلام ہی تھا۔ موسیٰؑ و عیسیٰؑ وغیرہم کا دین بھی قرآن نے اسلام ہی قرار دیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو حواریوں نے جواب دیا تھا: نحن انصار اللہ و اشہد باَنّا مسلمون۔ پس اگرچہ موسیٰ و عیسیٰ کا دین اسلام ہی تھا مگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول میں روک نہ بنی۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً۔

چوتھے یہ کہ وحی الٰہی کا نازل ہونا صرف انبیاء و رسل سے خاص نہیں بلکہ قرآن سے ثابت ہے کہ خدا نے غیر انبیاء سے بھی بذریعہ وحی کلام کیا۔

(۶) پھر اور بھی کئی علامات ظہور مہدی و مسیح موعود ہیں جو اب پوری ہو رہی ہیں جیسا کہ آگ اور دخان کا گزشتہ عرصہ میں بلاد عرب میں ظاہر ہونا اور خلیج کے ممالک میں گرجوں کا تعمیر ہونا۔

ایک خارق عادت نشان زمانہ امام مہدی کے تعین کے لئے چاند اور سورج کا گرہن ہے جو ایک ہی مہینہ (رمضان) میں ظاہر ہوا اور احمدیت کی صداقت پر مہر ثبت کر گیا۔

اس کے علاوہ بھی احمدیت کی صداقت کے دلائل میرے سامنے آئے۔ مثلاً

○○○ احمدیت میں خلفاء کا وجود۔

○○○ خود دشمنوں کے بقول احمدیت کی مسلسل ترقی، کیا بلحاظ تعداد اور کیا بلحاظ نفوذ، جبکہ ۱۹سوی صدی کے اواخر میں ظاہر ہونے والی دیگر دینی تحریکات کا حال اس کے برعکس ہے۔ مثلاً "جوہوواونٹس، ایڈوینٹسٹس، بہائیت، مہدی سوڈانی، سنوسی آف لیبیا، اور وہابیت وغیرہ۔

○○○ علاوہ ازیں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان میں جو ایمانی کشش اور سچائی کا اثر ہے وہ میں نے خود ایک کیسٹ سن کر محسوس کیا ہے۔

(از خرطوم مورخہ ۹ جون ۱۹۹۱ء)

ماریشس کے صدر اور وزیر اعظم سے

حضرت امام جماعت احمدیہ کی ملاقات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ماریشس کے دورہ کے دوران ملک کے صدر اور وزیر اعظم سے ملاقات فرمائی اور باہمی دلچسپی کے اہم موضوعات پر بات چیت فرمائی۔ حضور ایدہ اللہ نے روز ہل حضرت امام جماعت احمدیہ کے اعزاز میں ۲۲۔ دسمبر کو دی گئی ایک ضیافت میں ماریشس کے وزیر تعلیم، وزیر صنعت و حرفت، وزیر روڈرگ آئی لینڈ اور چینی سفیر سمیت ملک کے اہم طبقے نے شرکت کی اس موقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس سوال و جواب میں حاضرین کے سوالات کے بھی جواب دیئے۔ یہ سلسلہ رات سوا گیارہ بجے تک جاری رہا۔ اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے رات زیادہ گذر جانے کی وجہ سے مہمانوں کے آرام کی خاطر یہ سلسلہ منقطع فرما دیا۔

TO ADVERTISE IN THIS NEWSPAPER PLEASE CONTACT:

THE ADVERTISING MANAGER ON
081 874 8902
081 870 0919
FAX NO. 081 870 0919

SUPPLIERS OF CATERING MATERIAL FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS

ABBA
CATERING SUPPLIES
081 574 8275
843 9797

قطب شمالی میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تاریخی خطبہ

بتاریخ ۲۵ جون ۱۹۹۳ء

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے فرمایا:۔

آج کا جمعہ ہم ناروے کے انتہائی مقام جسے یہاں نور کھپ(NORD KAPP) کہا جاتا ہے اور انگریزی میںNORTH CAPE کے نام سے مشہور ہے وہاں ادا کر رہے ہیں۔ یہ مقام اوسلو سے پچیس سو کلو میٹر یعنی ۱۵۵۰ میل دور شمال کی طرف واقع ہے اور نارتھ پول سے دو ہزار ایک سو دس کلو میٹر یعنی ۱۳۰۸ میل جنوب میں واقع ہے اور یہ تمام علاقہ جو نارتھ کیپ کے ارد گرد کا علاقہ ہے اس میں اس وقت تین مہینے کا دن چڑھا ہوا ہے اور اس علاقے میں تین مہینے تک سورج غروب نہیں ہوتا۔ اس طرح سردیوں میں اس علاقہ میں تین مہینے کی رات آ جاتی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جو یورپ کا انتہائی شمالی خشکی کا مقام ہے اور گرین لینڈ جزیرے میں بھی جو آباد حصہ ہے اس سے بھی زیادہ شمال کی طرف واقع ہے۔

یہ جمعہ ہمارے لئے ایک غیر معمولی تاریخی حیثیت اختیار کر گیا ہے کیونکہ یہاں جمعہ ادا کرتے ہوئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی یاد آتی ہے جسکا ظہور تو ایک لمبے عرصہ سے ہو چکا ہے لیکن بعض پہلوؤں سے وہ ابھی تشنہ تکمیل تھی اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے اس قافلے کو یہ عظیم تاریخی سعادت نصیب ہو رہی ہے کہ اس پہلو سے بھی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان پیش گوئی کو پورا کرنے والے بنیں۔

ایک موقعہ پر دجال کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دنوں کا بھی ذکر فرمایا جو سال کے برابر لمبے ہو سکتے ہیں اور وہ دجال کے زمانے میں آنے تھے۔ اسی طرح ان دنوں کے ذکر میں فرمایا کہ بعض دن نسبتاً چھوٹے مہینوں تک ہوں گے بعض ہفتوں تک ہوں گے اور بعض سال کے برابر بھی ہونگے اور ان انتہائی دنوں کے درمیان عام روز مرہ کے دن بھی ہونگے۔ یعنی دجال کے زمانہ میں یہ باتیں بیک وقت نمودار ہونگی جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ کہیں سال کا دن بھی ہو گا۔ کہیں چھ چھ مہینے کا دن بھی ہو گا۔ کہیں تین مہینے کا، کہیں ہفتے کا اور باقی دن برابر ہونگے یعنی عام روز مرہ کے دن ہوں گے۔

عظیم الشان پیشین گوئی

یہ پیش گوئی بہت ہی عظیم الشان پیش گوئی ہے کیونکہ تمام مذہبی کتب کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہیں اشارہ یا کنایہ بھی ایسا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ دن چوبیس گھنٹے سے لمبے بھی ہو سکتے ہیں اور چودہ سو سال پہلے تو یہ تصور بالکل عنقا تھا۔ اس کا وہم و گمان بھی کسی انسان کے ذہن میں نہیں آ سکتا تھا اور پھر یہ عجیب بات کہ بیک وقت کچھ دن لمبے اور کچھ دن چھوٹے ہونگے۔ یہ ایک حیرت انگیز معمہ تھا جو اس زمانے کے انسان سمجھ نہیں سکتے تھے۔ نہ کسی کا تصور اس بات تک پہنچ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیتا اور ایسا ہی ہوا۔ ایک لمبے عرصہ تک یہ پیش گوئی مسلمان مفکرین اور علماء کے لئے مبہم بنی رہی۔ وہ سوچتے تو ہوں گے کہ اس کا کیا مطلب ہے لیکن سمجھ نہیں سکتے تھے کیونکہ یہ باتیں ابھی ظہور میں نہیں آئی تھیں۔ پھر اس آخری زمانہ میں جب دجال کا یعنی مغربی عیسائی قوموں کا عروج ہوا ہے اور عیسائیت نے دنیا پر غلبہ پایا ہے تو اس دور میں یہ باتیں دریافت ہوئیں اور یہ شمالی پول اور جنوبی پول کے قصے ہمارے سامنے آئے۔ یہاں ایک سوال کا حل کرنا ضروری ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک سال کا دن فرمایا ہے اگر دن کی روشنی کے دن کو شمار کیا جائے تو ایسی کوئی جگہ نہیں ہے بلکہ اگر دن کو چوبیس گھنٹے کا دن تصور کیا جائے تو پھر یقیناً شمالی قطب میں بھی اور جنوبی قطب میں بھی ایک سال کا دن ضرور آتا ہے ۔ اور جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے کہ ایک دن میں پانچ نمازوں کا ذکر ملتا ہے اس سے قطعی طور پر پتہ چل جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دن کی بات فرما رہے تھے تو جیسا کہ روز مرہ کا محاورہ ہے دن میں رات کو بھی شامل فرما لیا اور ایک دن سے مراد چوبیس گھنٹے کا دن ہے نہ کہ بارہ گھنٹے کا۔ جب یہ بات سمجھ آئے تو پھر یہ پیش گوئی بعینہ من و عن پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے کیونکہ قطب شمالی میں مسلسل چھ مہینے کی رات اور مسلسل چھ مہینے کا دن ہوتا ہے۔ یعنی چھ مہینے روشنی کے اور چھ مہینے اندھیرے کے اور یہ دونوں مل کر ایک سال بن جاتا ہے۔ پس قطب شمالی اور قطب جنوبی کو دیکھیں تو یہ پیش گوئی بڑی شان کے ساتھ من و عن پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہے کہ ایک سال کا دن قطب شمالی پر چڑھتا ہے اور ایک سال ہی کا دن قطب جنوبی پر چڑھتا ہے اور درمیان کے علاقے تقسیم ہوئے ہوئے ہیں۔ پس یہ جو تین مہینے کے دن کا علاقہ ہے اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ یہ چھ مہینے کا دن ہے کیونکہ تین مہینے کا روشنی کا عرصہ ہے اور تین مہینے کا اندھیرے کا عرصہ ہے اور دن میں چونکہ روشنی اور اندھیرے کے عرصے اکٹھے شمار ہوتے ہیں اس لئے ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم ایسے علاقے میں آ گئے ہیں جہاں چھ مہینے کا دن ہے اور چھ مہینے کی رات۔ اس موقعہ پر جب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حیرت انگیز پیش گوئی فرما رہے تھے تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا اگر ایک سال کا دن ہو گا تو ہم ایک سال میں پانچ نمازیں پڑھیں گے؟۔ اس سے ہی پتہ چلتا ہے کہ دن سے آنحضرتؐ کی مراد صرف روشنی کا دن نہیں بلکہ چوبیس گھنٹے کا دن تھا۔ آپؐ نے فرمایا نہیں تم اندازہ لگایا کرو اور جس طرح عام علاقوں میں پانچ نمازیں پڑھتے ہو اسی طرح اس وقت کی نسبت کے ساتھ جو عام علاقوں میں مجرب وقت ہے، تمہارے تجربہ میں آتا ہے اس کے مطابق چوبیس گھنٹے کے اندر پانچ پانچ نمازیں پڑھا کرو۔ یہ لفظ چوبیس گھنٹے تو استعمال نہیں ہوئے لیکن حدیث کے الفاظ سے بات بالکل واضح ہے کہ نمازوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ وہ چوبیس گھنٹے کے دن کے مطابق پڑھی جائیں گی اور ہر چوبیس گھنٹے کے بعد پانچ پانچ نمازیں اندازے سے مقرر کرنی ہونگی۔

اب وہ پیش گوئی جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ اس کا ایک پہلو ایسا ہے جسے آج ہم خدا کے فضل کے ساتھ پورا کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان علاقوں میں مسلمانوں نے پہلے نمازیں پڑھی ہونگی ۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس بارہ میں کوئی بھی شک ہو گا کیونکہ الاسکا کے شمال میں میں جانتا ہوں کہ بعض احمدی گئے ہیں اور پانچ وقت کی نمازیں ایک دن کے اندازے سے انہوں نے وہاں پڑھی ہیں۔ ہمارے ایک دوست حمید اللہ شاہ صاحب کینیڈا کے شمال میں ایک خدمت سرانجام دے رہے ہیں وہ بھی پانچ وقت کے لحاظ سے نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ یہ پیش گوئی آج پہلی دفعہ پوری ہو رہی ہے درست نہیں ہو گا۔ جو پہلو میرے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ جہاں تک میں نے نظر دوڑا کر دیکھا ہے مجھے اس بات کا کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا کہ آج سے پہلے ایسے علاقوں میں جہاں چھ مہینے کا دن چڑھا ہو یا چوبیس گھنٹے سے زائد کا کہیں دن ہو وہاں باقاعدہ کبھی پانچ وقت کی نمازیں ایک جگہ با جماعت ادا کی گئی ہوں اور پھر جمعہ اس طرح با جماعت ادا کیا گیا ہو کہ امت مسلمہ کے ہر طبقے کی نمائندگی اس میں ہو گئی ہو۔ مثلاً انصار کی عمر کے لوگ بھی ہوں، خدام کی عمر کے لوگ بھی ہوں، بچے بھی ہوں ، مرد بھی ہوں اور عورتیں بھی ہوں۔ یہ واقعہ میرے اندازے کے مطابق پہلی دفعہ رونما ہو رہا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ان غیر معمولی وقت کے علاقوں میں باقاعدہ با جماعت پانچ نمازیں پڑھنے کی توفیق ملی اور یہ سلسلہ کل سے شروع ہوا۔ کل ہم نے مغرب اور عشاء کی نمازیں یہاں ادا کیں اور اس کے بعد یہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ہمارے اندازے کے مطابق صبح کا وقت ہوا اور پھر صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد یہاں سے اس کیمپ کی طرف روانہ ہوئے جہاں ہمارا قیام ہے اور پھر اب جمعہ کے لئے آ گئے ہیں جہاں جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز بھی پڑھی جائے گی۔ پس اس پہلو سے اس طرح با جماعت پانچ نمازیں یہاں ادا کی گئی ہیں کہ اس میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی اور بچے بھی ۔ سب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں شامل ہیں اور یہ جمعہ اس پہلو سے وہ تاریخی جمعہ ہے کہ جس میں پہلی بار ان غیر معمولی اوقات کے علاقوں میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کو پورا کرتے ہوئے ہم جمعہ کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

جمعہ کا جماعت احمدیہ سے تعلق

اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو چونکہ یہ غیر معمولی سعادت بخشی ہے اور جیسا کہ گزشتہ کچھ عرصہ سے میں جمعہ کے متعلق بتا رہا ہوں کہ اس کا جماعت احمدیہ کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ پس جماعت احمدیہ کے ساتھ جمعہ کا یہ ایک اور تعلق بھی قائم ہوا ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے ان غیر معمولی اوقات کے علاقوں میں یہ پہلا جمعہ پڑھا جا رہا ہے جس میں مرد، عورتیں اور بچے سب شامل ہیں اور سب کا تعلق جماعت احمدیہ مسلمہ سے ہے جو

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زمانے کی پیش گوئیوں کو پورا کرنے کے لئے چن لی گئی ہے اور یہ سعادت ہمیں نصیب ہوئی ہے۔ پس اس کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ اس پہلو سے کہ یہ ایک تاریخی حیثیت کا جمعہ ہے میں اس میں شمولیت کرنے والوں کے نام پڑھ کر سناتا ہوں تاکہ تاریخ میں وہ نام ریکارڈ ہو جائیں۔

جہاں تک میرے ذاتی خاندان کا اور تعلق رکھنے والوں کا ذکر ہے میرے علاوہ اس جمعہ میں میری بیٹی فائزہ بھی شامل ہے جن کے میاں عزیزم لقمان احمد جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے صاحبزادے ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں اسی طرح میری تیسرے نمبر کی بیٹی عزیزہ یاسمین رحمٰن مونا بھی اس جمعہ میں شامل ہے اور ان کے میاں کریم اسد احمد خان بھی اس جمعہ میں شریک ہیں۔ اسی طرح میری چوتھی بیٹی عطیۃ الحبیب طوبیٰ بھی ہمارے ساتھ جمعہ ادا کر رہی ہیں۔ عزیزم لقمان اور فائزہ کے تین بچے عثمان احمد، نداء النصر اور عدنان احمد (جو وہاں سامنے لیٹا ہوا ہے۔ امید ہے کہ جمعہ کی نماز کے وقت تک وہ اٹھ کر اس میں شامل ہو جائے گا) بھی اس میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ میری پانچویں بیٹی سعدیہ نعیم جو چوہدری شاہنواز صاحب کی نواسی ہے جن کا ذکر میں نے جلسہ سالانہ قادیان میں ان کے نکاح کے موقعہ پر بھی کیا تھا یہ بھی ساتھ شامل ہیں۔ یہ تو ہمارے گھر کے افراد ہوئے اور باقی بھی سب گھر ہی کے افراد ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں درحقیقت ایک ہی خاندان کی لڑیوں میں پرو دیا ہے اور ایسے اخوہ بنا دیا ہے کہ اس کی کوئی دنیاوی مثال دکھائی نہیں دیتی اور حقیقت میں ساری جماعت احمدیہ عالمگیر اس وقت اخوت کی ایسی لڑی میں پروئی گئی ہے کہ خاندانی تعلقات میں بھی ایسی محبت، ایسے خلوص کی کوئی مثال دکھائی دیتی ہے تو کم دکھائی دیتی ہے۔ ان میں میرا وہ قافلہ ہے جو میرے ساتھ سفر کرتا ہے۔

قافلہ کے افراد

اس میں کچھ دفتر کا عملہ ہے کچھ تبشیر کا اور کچھ سیکورٹی اسٹاف ہے۔ ان میں پہلے تو عزیزم نبیل خالد ارشد ہیں جو ہمیشہ سفروں میں میرے ساتھ میری گاڑی کی ڈرائیونگ کے فرائض سرانجام دینے کے لئے اپنا وقت وقف کرتے ہیں اور بہت ہی خلوص اور محبت کے ساتھ ایک لمبے عرصے سے یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی کسی اور کو بھی موقعہ ملتا ہے لیکن اکثر ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ہمیشہ یہی میری گاڑی کی ڈرائیونگ کے فرائض سرانجام دیں۔ یہ عبدالباقی ارشد صاحب کے صاحبزادے ہیں جن کو انگلستان کی جماعت میں ارشد باقی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دوسرے ہمارے ساتھ محمد اختر امینی صاحب ہیں جو رضاکارانہ طور پر اپنی کار لے کر اس قافلہ میں شامل ہوئے ہیں۔ ان کے والد صاحب کا نام رحمت علی امینی ہے جو پہلے گوجرانوالہ سے تعلق رکھتے تھے اور اب بریڈ فورڈ میں آباد ہیں۔ پھر کلیم خاور صاحب ہیں جو ہمارے رشین ڈیسک کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے دوسری زبان میں مہارت حاصل کی۔ اس سفر میں روسی زبان سے تو ہم استفادہ نہیں کر سکے لیکن ان کی کھانا پکانے کی صلاحیتوں سے ہم نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور قافلہ کے بعض ممبروں کا خیال ہے کہ روسی زبان سے بہتر کھانا پکانا جانتے ہیں۔ خدا کرے ان کی روسی بھی بہتر ہو جائے اور کھانے سے بھی آگے نکل جائے۔ پھر مبارک احمد صاحب ظفر ہیں جو وکالت مال لندن سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر ہمارے ہادی علی چودھری صاحب ہیں جو ایڈیشنل وکیل التبشیر ہیں۔ پھر میجر محمود احمد صاحب ہیں جو چیف سیکورٹی آفیسر ہیں اور ملک اشفاق احمد صاحب ہیں جو ان کے ساتھ ان کے نائب کے طور پر سیکورٹی آفیسر ہیں۔

اس قافلے کا ایک حصہ وہ ہے جو اوسلو سے اس قافلے میں شامل ہونے کے لئے آیا اور ان کے سربراہ رشید احمد صاحب چودھری ہیں جو غلام حسین صاحب اوور سیر مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ دوسرے مظفر احمد صاحب چودھری ہیں جو ان کے صاحبزادے ہیں۔ اور تیسرے مرزا محمد اشرف صاحب ہیں جو مکرم محمد فاضل صاحب آف کوئٹہ کے صاحبزادے ہیں۔ یہ تین حضرات دو کاریں لے کر ہمارے ساتھ شامل ہوئے اور اس سارے سفر کو کامیاب بنانے کا سب سے بڑا سہرا اگر انسانوں میں سے کسی کے سر پر رکھا جا سکتا ہے تو رشید احمد صاحب چوہدری کے سر پر ہے۔ انہوں نے لمبے عرصہ کی تیاری کے بعد یہ انتظام کیا ہے۔ دو تین سال محنت کی ہے۔ سارے راستوں کا معاینہ کیا۔ جگہوں کا جائزہ لیا پھر یہ کہ کونسی جگہ بہتر ہوگی۔ کتنے فاصلے پر ہمیں کیمپ کرنا چاہئے اور پھر یہ کہ کتنا کھانا ساتھ لے کر پھرنا ہو گا اور کن کن چیزوں کی، کن کن برتنوں کی ضرورت ہوگی۔ یہاں تک کہ مچھلی پکڑنے کا سامان بھی ساتھ لے کر چلے ہیں۔ دو کاروں میں تین آدمی اس لئے آئے ہیں کہ دراصل تین کی گنجائش بھی مشکل سے تھی۔ وہ دونوں کاریں سامان سے لبالب بھری ہوئی تھیں اور ایک کار میں تو یہ اتنا اسٹور پیک کر کے ساتھ لائے ہیں کہ ہمارے قافلے والے اس کو مزاح کے ساتھ دیپک کہتے ہیں۔ دیپک انگلستان میں ایک گروسری سٹور ہے جو بہت بڑا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا دیپک اسٹور ہمارے ساتھ پھر رہا ہے۔ امید ہے اب تک اس کا کچھ وزن کم ہو گیا ہو گا لیکن جاتے جاتے انشاء اللہ جس طرح اب ہمارے قافلے کے بعض لوگ کھانے کا حق ادا کر رہے ہیں امید ہے باقی وزن بھی جلد ہی ہلکا ہو جائے گا۔ رشید چوہدری صاحب کے صاحبزادے مظفر نے بڑی محنت سے کام کیا ہے۔ بہت ہی مستعد، غیر معمولی ہمت والے نوجوان ہیں۔ مچھلیاں پکڑنے کے بھی ماہر ہیں۔ کل گئے تھے تو تھوڑے ہی عرصہ میں آٹھ دس مچھلیاں پکڑ لائے مگر یہ مچھلیاں پکڑنا تو ضمنی بات ہے۔ دراصل سارا دن رات قافلے کے ساتھ محنت کرنا، ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنا، ہر قسم کے مسائل کو حل کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کرنا، کسی چیز کی اچانک ضرورت پیش آئے تو رات کو بھی دوکان کھلوا کر وہ چیز مہیا کر لینا یہ ان کا فن ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔ اور ایک جزاء تو دے بھی چکا ہے کہ اس عظیم تاریخی جمعہ میں شمولیت کی سعادت مل رہی ہے جو انسان کی کوشش سے نہیں ہو سکتی۔ ایک شاعر نے کہا ہے کہ ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کہ یہ سعادت ایسی ہے جو زور بازو سے حاصل نہیں ہوا کرتی تاوقتیکہ خدا نہ بخشے جو بخشنے والا یعنی عطا کرنے والا ہے۔ پس الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے ہم سب کو بغیر ہماری کسی نیکی کے یہ عظیم سعادت عطا فرمائی کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چودہ سو سال پہلے کی گئی پیش گوئی کے ایک اور پہلو کو جو دراصل اس پیش گوئی کا مرکزی نقطہ ہے اسے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اس دجال کے مقابل پر جس مسیح موعود کو کھڑا کیا گیا تھا اس کے غلاموں کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ غیر معمولی اوقات کے ان علاقوں میں پانچ با جماعت نمازیں پڑھیں اور جمعہ کا دن بھی اس میں شامل ہو جائے اور تاریخ عالم کا پہلا باقاعدہ جمعہ ان غیر معمولی علاقوں میں ادا کیا جائے۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔

علاقہ کی تاریخ

اس علاقے کی تاریخ سے متعلق مختصراً بتانا چاہتا ہوں کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں پہلے لاپ (سامی) قوم جو رینڈیر پالنے والی ہے یہ آباد تھی اور سب سے پہلے ۱۰۳۰ء میں یعنی آج سے ساڑھے نو سو سال سے بھی زائد عرصہ پہلے ہولی اولاف Holy Olav, den Hellige یعنی اولاف جو ناروے کا بادشاہ تھا اور جس نے ناروے کو اکٹھا کیا ہے اسے ہولی اولاف اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے عیسائیت کی خدمت تلوار سے کی ہے اور زبردستی مار کوٹ کر لوگوں کو عیسائی بنایا ہے۔ یہ عجیب قومیں ہیں انکا دجل اس بات سے خوب ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے اگر دفاع میں بھی جنگ کی ہو تو ساری دنیا میں شور مچا رکھا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ یہ ظالموں کا ٹولہ ہے۔ یہ زبردستی دین بدلنے والا ٹولا ہے اور عیسائیت کی تاریخ کو جانتے بوجھتے ہوئے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ حقیقت میں اگر تلوار کے زور سے دنیا میں کوئی مذہب پھیلا ہے تو وہ عیسائیت ہے۔ ان کے جو بڑے بڑے ہولی بادشاہ ہیں جن کا مقدس اولاف وغیرہ نام لیتے ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے اس غریب قوم کو تلوار کے زور سے عیسائی بنایا اور پھر ان کی اپنی زبان ان پر حرام کر دی۔ آج سے چند سال پہلے تک یعنی ایک دو دھاکے تک یہ اس علاقہ میں اپنے ملک میں خود اپنی زبان بھی لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ یہ قانون کے خلاف تھا۔ اور ۱۰۳۰ء سے لے کر پچھلے دھاکے تک یا دو دھاکوں تک یہی قانون چل رہا تھا کہ لاپ قوم سے تعلق رکھنے والا کوئی انسان اپنی زبان نہ پڑھ سکتا ہے نہ لکھ سکتا ہے۔ اور اس طرح زبردستی ان کے مذہب کو تبدیل کیا گیا۔ ان قوموں پر اور بھی طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے لیکن مظالم ڈھانے والے ہولی بن کر ابھرے یعنی مقدس وجود بن کر ابھرے کیونکہ انہوں نے عیسائیت کے نام پر یہ سارے مظالم کئے تھے۔ ان سب باتوں سے صرف نظر کر لیا جاتا ہے اور اسلامی تاریخ میں کہیں ظلم کا کوئی معمولی سا قصہ ان کو دکھائی دے تو اس کو اچھال کر سارے اسلام کا منہ کالا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس یہ بھی ایک دجل ہے جس کے مقابلہ کے لئے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ آج ہم یہاں تھوڑے ہیں۔ آج آپ دیکھیں گے کہ ان کے بڑے بڑے بادشاہوں کے نام یہاں عمارتوں پر کندہ

ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے کبھی یہ جگہ دریافت کی یا جو بعد میں آئے۔ جنہوں نے کچھ کام کئے یا وہ بادشاہ جو اس ملک سے تعلق رکھنے والے تھے یا باہر سے آنے والے تھے وہ کس کس سن میں آئے ان کے نام بھی یہاں کندہ ہیں۔ ان کی تصویریں بھی ہیں۔ مختصراً میں آپ کو بتاتا ہوں کہ سب سے پہلے اس جگہ کو دریافت کرنے والا ایک انگریز تھا جس کا نام (رچرڈ چانسلر) تھا اس نے ۱۵۵۳ء میں یہ جگہ دریافت کی اس کے ساتھ ۴۸ آدمیوں کا ایک قافلہ بھی تھا۔ ان کے بت ایک جگہ بنے ہوئے ہیں اور تاریخ لکھی ہوئی ہے کہ کب وہ لوگ آئے کس طرح آئے اور یہیں جہاں ہم اس وقت جمعہ ادا کر رہے ہیں اسی عمارت میں یہ تذکرے محفوظ کر لئے گئے ہیں۔ پہلا سیاح جو اپنے طور پر یہاں آیا وہ اٹالین تھا اس کا نام (فرانسسکو نیگری) تھا۔ یہ ۱۶۶۴ء میں آیا ہے۔ پھر ایک فرانسیسی شہزادہ (پرنس لوئی فلپس) جو اورلینز کا شہزادہ تھا۔ یہ ۱۷۹۵ء میں یہاں آیا۔ پھر ۱۲ جولائی ۱۸۷۳ء کو ناروے کا بادشاہ پہلی بار یہاں آیا اس کا نام (آسکر ثانی) تھا۔ پھر ۱۸۹۰ء میں پہلی بار یہ علاقہ سیاحوں کے لئے کھولا گیا ہے اور ۱۹۰۷ء میں سیام کا ایک بادشاہ (کنگ چولانگ کلون) یہاں آیا اور اس طرح یہ وہ لوگ ہیں جن کی تاریخ یہاں محفوظ کی گئی ہے۔

آج ہم بھی تاریخ بنا رہے ہیں

آج ہم بھی ایک تاریخ بنا رہے ہیں۔ اس تاریخ کی زمین والوں کی نظر میں آج کوئی بھی اہمیت نہیں کوئی بھی قدر نہیں لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کچھ تاریخیں ایسی ہیں جو زمین پر نہیں مگر آسمان پر محفوظ کی جاتی ہیں ان تاریخوں میں سے اگر آپ دیکھیں تو بڑے بڑے انبیاء کی تاریخیں ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک تاریخ بنائی اور اس زمانہ میں زمین پر جو چیزیں بھی تاریخ کی صورت میں کندہ ہوئیں ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ایک تاریخ بنائی اور اس زمانہ میں زمین کے بادشاہوں نے جو تاریخ اپنی کتابوں میں یا لوحوں پر رقم کی اس تاریخ میں حضرت عیسیٰؑ کا کوئی نشان کوئی ذکر آپ کو نہیں ملے گا۔ پھر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام زمانے کی تاریخ بنائی۔ تمام انسانیت کی تاریخ کا آغاز کیا اور اس زمانہ کے بادشاہوں کے لوح و قلم نے اس تاریخ کو بھی بالکل نظرانداز کر دیا۔ لیکن یہ وہ تاریخیں ہیں جو آسمان پر لکھی گئیں اور یاد رکھیں کہ جو تاریخیں آسمان پر لکھی جاتی ہیں وہ ضرور زمین پر اتاری جاتی ہیں یہاں تک کہ زمین کی تاریخوں پر غلبہ پا جاتی ہیں اور زمین کی تاریخوں کی سیاہیاں مدھم پڑنے لگتی ہیں یہاں تک کہ وہ تاریک اور مبہم ہو کر نظروں سے غائب ہونے لگتی ہیں اور دنیا کی تاریخ پر وہی تاریخ غالب آتی ہے جو آسمان پر لکھی جائے۔ پس دیکھو کہ آج حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی تاریخ ان تمام فراعنہ مصر کی تاریخ پر غالب آ گئی ہے۔ جو اپنے زمانہ کے بڑے بڑے جابر بادشاہ تھے جنہوں نے اتنا بھی ضروری نہ سمجھا کہ اپنے تذکروں میں کہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام ہی لکھ چھوڑیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ دیکھیں۔ آپ کے بعد ۳۴ سال تک عیسائیت کا ذکر تک بھی کسی مورخ کے ہاں نہیں ملتا لیکن جب خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ عیسائیت کی تاریخ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنائی تھی وہ آسمان سے زمین پر اترے تو وہ اس شان سے اتری کہ تمام دنیا کے تمام بر اعظموں پر غالب آگئی اور آج عیسائیت کی تاریخ ہی وہ اہم ترین تاریخ ہے جو اس زمانہ سے تعلق رکھتی تھی۔ ایک وہ تاریخ ہے جس کا آغاز حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس کے متعلق قرآن کریم کا یہ وعدہ ہے کہ لیظہرہ علی الدین کلہ کہ یہ وہ تاریخ ہے یہ وہ مذہب ہے جو تمام دنیا پر لازماً غالب آ کر رہیں گے۔ یہی وہ تاریخ ہے جو باقی رہے گی۔ جسے عزت اور فخر سے یاد کیا جائے گا۔ اور یہی وہ مذہب ہے جس نے تمام دنیا کے مذاہب پر غلبہ پانا ہے۔ کوئی ایک مذہب بھی ایسا نہیں رہے گا جو اسلام کے سامنے کوئی حیثیت رکھتا ہو۔ یہ وہ تاریخ ہے جسے ہم از سر نو قلم کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ تاریخ اس دنیا کے تاریخ دانوں کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن آسمان پر لکھی جا رہی ہے۔ پس یہ چھوٹا سا قافلہ جو آج یہاں آیا ہے اس دنیا کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی لیکن میں خدا کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ ایک زمانہ آئے گا جب یہ تاریخ آسمان سے زمین پر اترے گی اور ناروے کے لوگ ہی نہیں بلکہ دنیا کی دوسری قومیں بھی فخر سے ان دنوں کو یاد کریں گی کہ جب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کو پورا کرتے ہوئے عاجزوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ کل یہاں پہنچا اور آج یہاں حضرت محمد رسول اللہؐ کا نام بلند کر رہا ہے۔ خدائے واحد کا نام بلند کر رہا ہے اور یہ جمعہ یہاں ادا کر رہا ہے۔ پس اصل تاریخ تو وہی ہے جس کا تعلق خدا سے ہو۔ جو خدا کی باتیں کرنے والی تاریخ ہو۔ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ آتے ہیں اور نکل جاتے ہیں اور اکثر کے نام تاریخ میں نفرت سے یاد کئے جاتے ہیں مگر جو تاریخ آسمان سے اترتی ہے اس تاریخ کو ہمیشہ محبت سے یاد کیا جاتا ہے۔ پس قرآن کو دیکھیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتا ہے یا دوسرے انبیاء کا ذکر کرتا ہے جن کو ان کی قوموں نے تحقیر کی نظر سے دیکھا اور ادنیٰ اور معمولی سمجھ کر ان کو مٹانے اور صفحہ ھستی سے نابود کرنے کی کوشش کی ان ہی کے نام ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ سلامتی کے ساتھ یاد کئے جائیں گے۔ ان پر سلام ہو گا۔ پہلوں پر بھی اور آخرین پر بھی۔ پس ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کی کوشش کرنے والے آج کہاں ہیں جن کا دنیا میں کہیں عزت سے نام لیا جاتا ہو۔ اگر لیا جاتا ہے تو لعنتوں کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ان لعنتوں کے ساتھ جو نسلاً بعد نسل ان کا اتباع کرتی چلی جائیں گی اور ایک ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کا نام ہمیشہ سلامتی کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ایک موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کا نام ہمیشہ سلامتی کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کا نام ہمیشہ سلامتی کے ساتھ لیا جاتا ہے اور سب سے آخر مگر سب سے بالا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر اربہا ارب انسان نسلاً بعد نسل سلام بھیجتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب آپ پر کروڑوں، اربوں، ان گنت سلام نہ بھیجے جاتے ہوں۔ آج ہم یہ عہد کر کے اٹھے ہیں کہ یہ سلام کا سلسلہ پھیلتا چلا جائے گا یہاں تک کہ روئے ارض پر محیط ہو جائے اور دنیا کی کوئی قوم ایسی نہ ہو اور دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہ ہو جہاں ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سلام کے ساتھ یاد نہ کیا جائے۔ پس ہم ناروے کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہے ہیں۔ میں ناروے کی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ کوشش کریں کہ ان علاقوں میں مقامی لوگوں سے رابطے پیدا کریں۔ وہ چھوٹے چھوٹے گاؤں جو یہاں ارد گرد آباد ہیں جو نہ گرمیوں میں یہاں سے جاتے ہیں نہ سردیوں میں۔ وہ روشنی کے وقت بھی یہیں رہتے ہیں اور اندھیروں کے وقت بھی یہیں رہتے ہیں۔ وہی ہیں جو اس زمین کے باشندے اور اس زمین کی اولاد ہیں۔ ان لوگوں میں نفوذ پیدا کریں اور ان سے تعلقات بڑھانے کی کوشش کریں۔
اگر آپ ان میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو داخل کر دیں تو میں تمام جماعت عالمگیر کی طرف سے ناروے کی جماعت سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ کو توفیق نہ ہوئی تو ہم نارتھ کیپ کے علاقوں میں انشاء اللہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد بنائیں گے۔ جو آج کے اس جمعہ کی یاد میں بنائی جائے گی۔ اور نارتھ کے علاقے میں یورپ کے سب سے آخری شمالی علاقے میں بنائی جانے والی پہلی مسجد ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن پہلی ہو گی آخری نہیں ہو گی۔ اور اس کے بعد مسجدوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گا۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ ناروے کی جماعت اس کوشش کو جلد تر پایہ تکمیل تک پہنچا کر ہمیں اطلاع بھجوائے گی کہ ہم حاضر ہیں۔ آئیے اور یہاں خدائے واحد کی عبادت کے گھر بنائیں اور امید رکھتا ہوں بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ تمام جماعت عالمگیر یورپ کے آخری شمالی علاقے میں خدا کا پہلا گھر بنانے میں انشاء اللہ تعالیٰ ناروے کی جماعت کے ساتھ پورا تعاون کرے گی۔

جماعت احمدیہ امریکہ کو پیغام

اس ضمن میں اب میں آپ کے سامنے جماعت احمدیہ امریکہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ان کی طرف سے مجھے یہ پیغام ملا ہے کہ آج جمعہ کے روز ان کے ہاں امریکہ کا جلسہ سالانہ ہو رہا ہے جس کی تاریخیں ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ جون مقرر کی گئی ہیں۔ اگرچہ اس وقت یہاں اڑھائی بجے ہیں لیکن امریکہ میں ابھی صبح کا وقت ہو گا۔ یہ جمعہ براہ راست ٹیلی کاسٹ نہیں کیا جا سکتا لیکن بعد میں انشاء اللہ کسی وقت جب کہ سفر کے دوران جمعہ ٹیلی کاسٹ نہ ہوا تو انشاء اللہ یہ جمعہ دنیا میں ہر جگہ ٹیلی کاسٹ کیا جائے گا۔ اس لئے میں براہ راست ٹیلی کاسٹ پیغام کے ذریعے تو ان تک نہیں پہنچ سکتا لیکن ہم نے یہ انتظام کیا ہے کہ امریکہ سے تعلق رکھنے والا پیغام ٹیلی فون کے ذریعے ان تک پہنچا دیا جائے گا۔ کیونکہ جب تک وہاں جمعہ شروع ہو گا اس وقت تک ہم انشاء اللہ تعالیٰ وہاں یہ پیغام ریکارڈ کروا دیں گے۔
امریکہ کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلسل ترقی کر رہی ہے اگرچہ ترقی کی رفتار ابھی سست ہے اور جیسا کہ مجھے امریکہ کی جماعت سے توقع تھی ویسی ترقی کے آثار ابھی پوری طرح ظاہر نہیں ہوئے۔ جہاں تک مالی قربانی کا تعلق ہے خدا کے فضل سے گزشتہ چند سالوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ روحانی ترقی بھی ضرور ہو رہی ہو گی کیونکہ جماعت میں مالی قربانی کا ایک گہرا تعلق جذبہ ایمانی سے ہے۔ کوئی اور وجہ نہیں کہ کوئی انسان اپنی محنت کی کمائی ہوئی دولت کو اس طرح دین کے لئے قربان کرے

جب تک کہ اللہ کی محبت دل میں نہ ہو۔ جب تک دین کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم نہ ہو اور خدمت دین کا جذبہ پیدا نہ ہو انسان کی جیب سے اپنی محنت کے کمائے ہوئے پیسے آسانی سے نہیں نکلا کرتے۔ پس یہ ایک پیمانہ ہے لیکن اس پیمانہ کے پیچھے پیچھے اس روح کی تازگی کے آثار بھی تو ظاہر ہونے چاہئیں یعنی ایمانی لحاظ سے، عبادتوں کے لحاظ سے، خدمت دین اور خدمت خلق کے لحاظ سے امریکہ کی جماعت میں ایک نمایاں ترقی کے آثار دکھائی دینے چاہئیں۔ ان کی ایک دوسری علامت ہے اور وہ یہ ہے کہ جو وجود صحت مند ہو وہ نشوونما ضرور پاتا ہے۔ مالی لحاظ سے قربانی ایک پہلا قدم ہے جس سے خوش آئند مستقبل کی امید پیدا ہوتی ہے لیکن اپنی ذات میں یہ کوئی بڑا مقصد نہیں ہے۔ ایک ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک ذریعہ مہیا کرنے والی بات ہے۔ اصل چیز تو تقویٰ ہے۔ اللہ کی محبت، عبادتوں میں ترقی کرنا، خدمت دین میں آگے بڑھنا، اپنے وقت کو قربان کرنا اور اللہ کے فضل اور رحم کے ساتھ نشوونما پانا یہ وہ پہلو ہیں جن میں میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ ابھی بہت پیچھے ہے۔ امریکہ کی جماعت کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو اپنے وقت کی قربانی نہیں دیتی اور جس طرح جماعت کو بڑھنا چاہئے اور نشوونما پانی چاہئے اس کا عشر عشیر بھی ابھی وہاں شروع نہیں ہوا۔ حالانکہ وہاں ایسی قومیں موجود ہیں جن قوموں کی طرف اگر جماعت رخ کرے تو وہ اثر کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یعنی ذہنی اور نفسیاتی لحاظ سے اسلام کو قبول کرنے کی راہ میں ان کے لئے کوئی دشواری نہیں ہے، کوئی دقت نہیں ہے۔ وہ سفید فام امیر امریکن قوم جو آج دنیا پر غالب ہے اور تمام دنیا کو اپنے تابع سمجھتی ہے زیر نگیں بنائے ہوئے ہے ان کا نفسیاتی ماحول ایسا ہے کہ بظاہر مشکل دکھائی دیتا ہے کہ جب تک تکبر کے یہ حالات بدلیں نہیں، جب تک تکبر کا سرنگوں نہ ہو اس وقت تک اسلام کے پیغام کو قبول کرنے کی اہلیت حاصل کر سکیں۔ لیکن وہاں کثرت کے ساتھ مظلوم بھی تو ہیں کثرت کے ساتھ سیاہ فام قومیں بھی تو ہیں۔ کثرت کے ساتھ باہر سے آئے ہوئے دوسرے ملکوں کے باشندے بھی تو ہیں جو وہاں آباد ہو چکے ہیں اور امریکن بن چکے ہیں۔ اور بدقسمتی کے ساتھ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ وہ امریکن کلچر سے مرعوب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور کلچر کے نام پر جب ان کو امریکہ میں غالب سوسائٹی کے ساتھ مدغم کر لیا جاتا ہے تو اس سے ان کے دین کو شدید نقصان پہنچتا ہے اور اکثر قومیں ایسی ہیں جن کو اب دین کی پرواہ بھی کوئی نہیں رہی۔ وہ امریکہ جا کر اس لئے آباد نہیں ہوئیں کہ انہوں نے کوئی اعلیٰ مقاصد کو سر انجام دینا تھا۔ بڑی تعداد میں ایسے سیاہ فام افریقن ہیں جو آج نہیں بلکہ کئی نسلوں سے بعض سینکڑوں سال سے امریکن بن چکے ہیں لیکن ان کے اوپر تو یہ مصرعہ صادق آتا ہے کہ:۔

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں

ان بیچاروں کو تو اختیار ہی کوئی نہیں تھا۔ ان کو قیدی بنا کر ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں امریکہ جبراً بیچا جاتا تھا۔ اور نہایت دردناک حالات میں ان سے غلامی کے کام لئے جاتے تھے۔ میں نے افریقہ کے سفر میں غانا میں وہ غاریں دیکھی ہیں جو قید خانوں کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔ افریقہ کے آزاد باشندوں کو پکڑ کر زبردستی غلام بنا کر ان کے اندر ٹھونسا جاتا تھا۔ بلیک ہول کا نام آپ نے سنا ہوا ہے کہ ہندوستان میں اتنے آدمیوں کو زبردستی بلیک ہول میں بند کر کے ظالمانہ حالت میں رکھا گیا۔ لیکن وہ بلیک ہول جو میں دیکھ کر آیا ہوں وہ ایسا خوفناک ہے کہ وہاں کے جو تاریخ کے ماہر لوگ تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ بڑی بھاری تعداد میں لوگ سانس کی گھٹن سے اس قید خانہ میں مر جایا کرتے تھے۔ فارغ ہونے کی کوئی جگہ نہیں۔ کھانے کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ جس طرح مرغیوں کو ڈربے میں دو چار دن بند کر دیا جاتا ہے تو وہ زندہ نکل آتی ہیں اس طرح وہ لوگ جتنے بچیں گے اتنے ہی سہی اور اتنے دردناک حالات ہیں کہ ان جگہوں کو دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر جن جہازوں پر لاد کر ان کو امریکہ لے جایا جاتا تھا ان جہازوں میں ایک بڑی تعداد فاقوں سے یا بیماریوں سے سسکتی سسکتی مر جایا کرتی تھی۔ اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں تھا۔ چونکہ مفت کی کمائی تھی اس لئے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اگر ہزار نہیں پہنچیں گے تو دو سو تو پہنچیں گے۔ وہی بڑی نعمت ہوگی۔ وہی ان کے لئے دولت کمانے کا ایک ذریعہ بن جایا کرتا تھا اور یہ کاروبار ایک بہت لمبے عرصہ تک اس زمانے میں ہوا ہے جسے Civilised زمانہ کہتے ہیں۔ اس زمانے میں ہوا جسے یہ انسانی تہذیب کے اور انسانی تمدن کی ترقی کا زمانہ کہتے ہیں۔ لاکھوں بلکہ اگر کروڑوں کہا جائے تو بعید نہیں کیونکہ پھر ان غلاموں کے بچے بھی غلام رہے۔ پھر ان کے بچے بھی غلام رہے۔ پس عملاً آخر کار اس تعداد کو اگر کروڑوں شمار کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کروڑوں کی تعداد میں زبردستی غلام بنا کر ظالمانہ کام لئے گئے اور یہ قومیں اسلام پر ہنستی ہیں۔ اسلام کی غلامی کی تعلیم کا تذکرہ کرتی ہیں اور اس کا مذاق اڑاتی ہیں۔ دجل کی عجیب کیفیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عالم پر ایک احسان فرمایا ہے جب یہ بتایا کہ دجال کون ہو گا، کیسے ظہور کرے گا، کہاں اس کا اثر پہنچے گا، کس طرح اس کو پہچاننا۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جو دجال کے فتنے سے اپنی قوم کو ڈرا کر نہ گیا ہو۔ پس یہ وہ فتنے کا زمانہ ہے جس میں ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ امریکہ کی جماعت کو چاہئے کہ اس تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان مظلوموں تک پہنچیں جو ان ظالموں کے ظلم کا نشانہ بنے جنہوں نے عیسائیت کے نام پر دنیا میں حکومتیں قائم کی ہیں۔ آج ہم نے جو بدلہ لینا ہے وہ وہ بدلہ نہیں جو عرف عام میں اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یعنی ظلم کا بدلہ ظلم سے لینا۔ ہم نے ظلم کا بدلہ عفو اور اصلاح سے لینا ہے۔ ان قوموں کی طرف رحمت کی توجہ کرنی ہے۔ انہیں انتقام پر نہیں ابھارنا۔ ان قوموں کا انتقام یہی ہے کہ یہ خدا والی قومیں بن جائیں اور آسمان پر انکے نام لکھے جائیں اور اس تاریخ کا حصہ بن جائیں جو جاودانی تاریخ ہو جایا کرتی ہے۔ ان قوموں کی بقاء کا اور کوئی علاج ہمارے پاس نہیں اور نہ سوچا جا سکتا ہے۔ پس ایک ہی علاج ہے۔ ایک ہی احسان ہے جو آپ ان پر کر سکتے ہیں کہ ان کو اسلام میں اور حقیقی اسلام میں داخل کریں۔ اگر آج امریکہ کی سیاہ فام قومیں حقیقی اسلام میں داخل ہوں جو انتقام اور احساس کمتری سے عاری ہوتا ہے۔ حقیقی اسلام میں احساس کمتری کے لئے کوئی جگہ، کوئی گنجائش باقی نہیں۔ حقیقی اسلام تو سروں کو بلند کرتا ہے۔ حقیقی اسلام میں قومی انتقاموں کی کوئی گنجائش نہیں۔ حقیقی اسلام تو وہ ہے جو قوموں کے ظلم و ستم کی تاریخوں کو یکسر مٹا ڈالتا ہے۔ انسانیت کا ایک نیا آغاز کرتا ہے۔ جس کا آغاز محبت اور بھائی چارے پر ہوتا ہے۔ دیکھو عربوں میں بھی تو کتنی لمبی ظلم و ستم کی داستانیں رائج تھیں۔ ایسی جنگیں تھیں جو دو دو سو سال تک لڑی گئیں۔ ایسے قبائل تھے جو دوسرے قبیلے کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر ایک قبیلے کا ایک آدمی غلطی سے دوسرے قبیلے میں چلا جاتا تو وہ لازماً قتل کر دیا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم نے وہ ساری آگ ٹھنڈی کر دی۔ رحمۃ للعالمین کے ایک قدم نے انتقام کے جذبے کو بڑھا کر نہیں بلکہ انتقام کے جذبے کو مٹا کر، اس آگ کو رحمت کے پانی سے بجھا کر عرب کی کایا پلٹ کے رکھ دی۔ پس یہ وہ تبدیلی ہے جس کی امریکہ کی سیاہ فام قومیں آج محتاج ہیں۔ اس تبدیلی کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتیں۔ اس تبدیلی کے بغیر وہ اپنے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل نہیں کر سکتیں۔ پس اہل امریکہ کو آپ نے اگر دنیا میں باقی رکھنا ہے تو ان کے ایک حصہ کو اسلام میں داخل کریں اور اسلام کی اعلیٰ اقدار ان میں جاری کریں۔ امریکہ کی وہ تمام مظلوم قومیں یا باہر سے آنے والی قومیں جو آئی ہوں یا لائی گئی ہوں۔ دنیا کمانے کے لئے آئی ہوں یا دنیا کمانے کی خاطر زبردستی لائی گئی ہوں ان سب قوموں کا حل اسلام میں ہے اور حقیقی اسلام میں ہے۔ پس امریکہ کی جماعت کے لئے اتنے بڑے وسیع میدان موجود ہیں اور اس کے باوجود وہ خاموش بیٹھے ہیں اور زیادہ سے زیادہ جو خوشخبری ملتی ہے کہ اس سال ہمارے ایک سو احمدی ہو گئے، ڈیڑھ سو احمدی ہو گئے اور ساری جماعت اس پر فخر کرتی ہے۔ اس پہلو سے تو فخر بجا ہے کہ ایک سو کو ہلاکت سے بچا کر ہمیں اسلام کے رحمت کے سائے میں داخل کرنے کی توفیق ملی ہے۔ لیکن جو کام ہے وہ تو بہت بڑا ہے۔ اس کے مقابل یہ گنتی قابل فخر تو نہیں قابل شرم ہونی چاہئے۔ اس لئے حیرت انگیز نئی تبدیلیاں پیدا کریں۔ حیرت انگیز نئے منصوبے بنائیں۔ حیرت انگیز طریق پر کامل اخلاص کے ساتھ اور حکمت کے ساتھ مسلسل محنت کے ساتھ مسلسل نظر رکھتے ہوئے ان منصوبوں پر عمل درآمد کریں تب ہم کہہ سکیں گے کہ امریکہ کے مستقبل کے لئے کوئی نیک آثار ظاہر ہونے شروع ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے یہ کام نہ کئے تو ان کے بغیر آپ کی مالی قربانیاں آپ کو بچا نہیں سکیں گی۔ آپ کی اولادیں آپ کے ہاتھ سے نکل جائیں گی۔ یہ معاشرہ بڑا زہریلا اور بڑا طاقتور معاشرہ ہے جس نے بڑی بڑی قوموں کو اپنے اندر جذب کر کے فنا کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کی نہ دنیا رہنے دی نہ ان کا دین رہنے دیا ہے ان کی تاریخیں مٹا ڈالی ہیں۔ پس کلچر اور معاشرے کے نام پر اسلام پر جو حملے ہو رہے ہیں اس کے مقابلے کے لئے پوری بیدار مغزی کے ساتھ آنکھیں کھول کر خود تیار ہوں۔ اپنی آئندہ نسلوں کو تیار کریں اور تیزی کے ساتھ اپنی تعداد بڑھائیں کیونکہ کلچر کے حملوں کے مقابل پر معمولی تعداد کے لوگوں کے لئے بچنے کے امکانات بہت کم ہوا کرتے ہیں پھیلنے والے بچا کرتے ہیں۔ بڑھنے اور نشوونما پانے والے بچا کرتے ہیں۔ وہ درخت جو کونپلیں نکالتا ہے اس پر خزاں حملہ نہیں کر سکتی۔ جس کی کونپلیں نکلنی بند ہو جائیں وہ خزاں کا شکار ہو جاتا ہے۔ پس حقیقت میں بیماری اندر سے ہے جو باہر سے دکھائی دیتی ہے۔ بہار بھی درختوں کے اندر سے پیدا ہوتی ہے اور خزاں بھی ان کے

اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ پس اپنے اندر بہار پیدا کریں۔ وہ بن جائیں جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ ۔

اک سے ہزار ہوویں با برگ و بار ہوویں
مولا کے یار ہوویں حق پر نثار ہوویں

ایسے بنیں گے تو آپ بھی زندہ رہیں گے اور امریکہ کی بقاء کے لئے بھی آپ ہی سامان پیدا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔

مظلوم بوزنین بھائیوں سے محبت کا سلوک کریں

پیشتر اس کے کہ میں اس پیغام کو ختم کروں میں مختصراً آپ کو ایک اور قوم کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس کا ایک معمولی حصہ امریکہ میں پناہ گزین ہوا ہے اور وہ ہمارے مظلوم مسلمان بوزنین بھائی ہیں۔ آج کی عصر حاضر کی تاریخ میں کوئی قوم ایسی نہیں جس پر ایسا ظلم کیا گیا ہو جیسا بوزنین پر ظلم کیا گیا ہے اور جس ظلم میں تمام یونائیٹڈ نیشنز شامل ہو گئی ہیں کیونکہ امریکہ کی غلامی میں آج یونائیٹڈ نیشنز صرف امریکہ کا ایک بیان دینے والا نمائندہ بن چکی ہے اور یونائیٹڈ نیشنز کے فیصلوں کے تابع یہ مسلسل ظلم ہو رہا ہے جو بوزنینز پر کئے جا رہے ہیں۔ ایک قوم کو صفحہ ہستی سے مٹایا جا رہا ہے اور ان کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ مسلمان ہیں ورنہ یورپ کی کوئی اور قوم اگر بوزنین کی جگہ ہوتی جو عیسائی ہوتی یا دہریہ ہوتی تو ناممکن تھا کہ اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا۔ پس جس ظالمانہ طور پر ان کو مٹایا جا رہا ہے، جس طرح ان کے مردوں، عورتوں اور بچوں پر مظالم توڑے جا رہے ہیں اس کی مثال ہٹلر کے زمانہ میں کچھ دکھائی دیتی ہے۔ اس کے علاوہ انسانی تاریخ میں کم دکھائی دے گی۔ قتل عام تو بہت ہوئے ہیں۔ ہلاکو خان نے بھی قتل عام کئے، چنگیز خان نے بھی قتل عام کئے اور بھی بہت بڑے بادشاہ تھے جنہوں نے مشرق و مغرب میں قتل عام کئے لیکن جن مظالم کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ قتل عام سے بھی بڑھ کر ہیں۔ مظلوم معصوم عورتوں پر جس قسم کی زیادتیاں کی گئی ہیں۔ معصوم بچوں کو جس طرح آگ میں جلایا گیا ہے یا دیواروں سے سر مار مار کر ان کے پرخچے اڑائے گئے ہیں۔ ایسے ایسے خوفناک اذیتناک مظالم ہیں کہ ان کا تصور عصر حاضر میں تو در کنار ازمنہ گزشتہ میں بھی ممکن نہیں، وہاں بھی کبھی آپ کو ایسے خوفناک مظالم کی تاریخ دکھائی نہیں دے گی۔ شاید کہیں شاذ کے طور پر ایسے واقعات ہوئے ہوں مگر اس متمدن دنیا میں اس مہذب دنیا میں جسے مہذب کہا جاتا ہے، اس دنیا میں جہاں کہا جاتا ہے کہ تہذیب و تمدن اپنے عروج پر ہیں ان سب قوموں کی آنکھوں کے سامنے ایسے دردناک مظالم توڑے جا رہے ہیں جو جانوروں کی دنیا میں بھی دکھائی نہیں دیتے۔

یہ وہ مظلوم قوم ہے جس کے چند افراد آج امریکہ میں بھی آباد ہیں۔ میں تمام جماعت احمدیہ امریکہ کو کہتا ہوں کہ اپنی توجہات میں اولیت اس بات کو دیں کہ اپنے مظلوم بوزنین بھائیوں سے محبت کا سلوک کریں، انہیں اپنائیں، انہیں اپنے خاندانوں کا حصہ بنائیں۔ ان کی ہر طرح خدمت کریں۔ ان کے دین کو بھی بچائیں، ان کے کلچر کو بھی بچائیں۔ ان کو بتائیں کہ اگر آج تم نے مغربی دنیا کی ظاہری حرص و ہوا سے متاثر ہو کر ویسے ہی رنگ اختیار کر لئے تو پھر دنیا میں بوزنیا کا کوئی نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔ بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ ایک ملک کے باشندے زبردستی اپنے وطن سے بے وطن کر دیئے جاتے ہیں اور اس وطن میں ان کا کوئی ایک شخص بھی باقی نہیں رکھا جاتا لیکن اگر ان کے دلوں میں اپنا وطن زندہ رہے، اگر اس وطن کو دوبارہ حاصل کرنے کی تمنا ان کے دلوں میں زندہ رہے، وہ ارادے مضبوطی کے ساتھ ان کے دلوں میں جاگزیں ہو چکے ہوں تو بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل گزرتی ہے اور دوسری کے بعد تیسری گزر جاتی ہے اور تیسری کے بعد چوتھی نسل گزرتی ہے۔ صدیوں کے بعد صدیاں گزرتی ہیں۔ لیکن وہ قومیں جو یہ فیصلہ کر چکی ہیں کہ ہم نے اپنے وطنوں کو اپنے سینوں میں زندہ رکھنا ہے اور ضرور حاصل کر کے چھوڑنا ہے تو ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض دفعہ دو دو ہزار سال کی مدت گزرنے کے بعد انہوں نے ان وطنوں کو پھر حاصل کیا ہے۔ یہود سے نفرت کی تعلیم تو عام مسلمان دوسرے مسلمانوں کو دیتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ ان کا تعلق رحمۃ للعالمین سے ہے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ یہود کو اسلام میں داخل کرنا ان کا اولین فریضہ ہے نہ کہ محض نفرت کی تعلیم دینا لیکن ان کی خوبیوں کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کو فلسطین سے ان کو نکالے ہوئے تقریباً دو ہزار برس گزر گئے یا یوں کہنا چاہئے کہ انیس سو برس گزر چکے تھے لیکن نسلاً بعد نسل انہوں نے ایک دوسرے کو یہی تعلیم دی اور اس یاد کو زندہ رکھا اور یہ پیغام دیا کہ ہمارا وطن ہمارے سینوں میں زندہ رہے گا۔ ہمارا وطن ہمارے دماغوں میں زندہ رہے گا۔ جب تک ہم فلسطین کو اپنی قوم کے لئے دوبارہ حاصل نہیں کر لیں گے ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اس کے لئے مسلسل منصوبے بنائیں گے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ان کے منصوبے عیارانہ تھے۔ ان کے منصوبوں میں مکاری تھی۔ مجھے تسلیم ہے کہ ان کے منصوبوں میں ظلم کا پہلو شامل تھا لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انہوں نے فلسطین کو اپنے سینوں میں زندہ رکھا تو دیکھیں کہ کس طرح ۱۹۰۰ سال کے بعد ان کو یہ توفیق ملی کہ وہ پھر اپنے وطن میں دوبارہ چلے گئے۔ پس بوزنین کو یہ بتائیں کہ ہم ۱۹۰۰ سال کے لمبے ایکھوں کی بات نہیں کر رہے ہم خدا سے یہ دعا کریں گے اور توقع رکھیں گے کہ ہماری دعاؤں کے طفیل آپ کی ہجرت کے دن کٹ جائیں اور چھوٹے ہو جائیں لیکن آپ کو لازماً یہ عہد کرنا ہو گا کہ وہ بوسنیا جس کی سرزمین آپ کے پاؤں تلے سے نکال دی گئی ہے جس سے آپ کو بے وطن کر دیا گیا ہے اب آپ کے دلوں میں زندہ رہے گا۔ آپ کے دماغوں میں زندہ رہے گا۔ آپ کے کردار میں زندہ رہے گا۔ اگر ایک بھی ایسا بوزنین باقی ہے جس کے دل اور ذہن اور جس کے کردار میں بوزنیا زندہ ہے تو خدا کی قسم اس ایک کو بھی ہماری دعاؤں سے برکت ملے گی اور بوزنین کے لئے دوبارہ اپنے وطن واپس جانے کے سامان پیدا ہو سکیں گے۔ پس یہ وہ جذبہ ہے جو آپ کو بوزنین بھائیوں کے دماغ میں پیدا کرنا چاہئے۔ اگر یہ دنیا کے معاشرے کا شکار ہو جائیں۔ اگر یہ دنیا کی لذتوں کی پیروی میں مبتلا ہو جائیں تو یہ جذبہ پنپ نہیں سکتا۔ یہ وہ عزم ہے جس کے ساتھ ایک مسلسل تکلیف وہ مشقت کی زندگی برداشت کرنے کے لئے ان کو تیار ہونا ہو گا اور مسلسل ایسے پروگرام ذہن میں رکھنے پڑیں گے کہ جس کے نتیجے میں آخر کار اس قوم میں اتنی طاقت پیدا ہو کہ وہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اور اس کی تائید کے ساتھ اپنے پورے وطن کو واپس حاصل کر سکیں۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ امریکہ کی جماعت ان تمام نصیحتوں کو ملحوظ رکھے گی جو اس خطبہ میں ان سے کر رہا ہوں اور اس خطبہ کے ذریعہ ان کے ساتھ شامل ہو رہا ہوں ورنہ خالی اور رسمی پیغاموں میں تو کوئی بھی حقیقت نہیں ہوا کرتی۔ ایسے پیغام مانگنا بھی ظلم ہے اور جس سے مانگے جاتے ہیں اس سے بھی زیادتی اور مذاق کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ جماعت احمدیہ خلیفہ وقت سے غیر سنجیدہ باتیں تصور بھی نہیں کر سکتی۔ جب وہ پیغام مانگتی ہے تو اس ارادے اور یقین کے ساتھ اور عزم کے ساتھ مانگتی ہے کہ آپ جو کچھ کہیں گے ہم آمنا وصدقنا کہیں گے۔ ہم لبیک کہتے ہوئے آپ کے ہر ہر حرف کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ پس اگر اس جذبہ کے ساتھ یہ پیغام مانگا گیا تھا تو جس جذبہ کے ساتھ میں نے آپ کو یہ پیغام دیا ہے اسی جذبے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب میں اس خطبہ کو یہاں ختم کرتا ہوں اور تمام عالمگیر جماعت کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آج جماعت احمدیہ کی عظیم سعادتوں میں ایک اور سنگ میل کا اضافہ ہوا ہے۔ خدا کرے کہ اس طرح ہر روز ہر شب جماعت احمدیہ ہر پہلو سے ترقی کرتی چلی جائے اور اسلام کے غلبہ کے وہ دن جو آج ہمیں دور دکھائی دیتے ہیں ہمیں قریب دکھائی دینے لگیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

ضروری اعلان

الفضل انٹرنیشنل لندن کے فروغ اور ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ خریدار بن کر ادارے کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

اخبار کا سالانہ چندہ

برائے یوکے ـــــ ۲۵ پونڈ
برائے یورپ ـــــ ۲۷ پونڈ
برائے امریکہ، کینیڈا
و دیگر ممالک ـــــ ۳۶ پونڈ

سالانہ چندہ کی رقم الفضل انٹرنیشنل لندن کے نام ارسال فرمائیں۔

بشیر احمد رفیق
چیئرمین انتظامیہ کمیٹی
الفضل انٹرنیشنل

سپریم کورٹ پاکستان کا فیصلہ ۔ عدلیہ کی تاریخ میں ناانصافی کی بدترین مثال

جماعت احمدیہ پاکستان کے خلاف ظلم و ستم کا ایک نیا باب کھل گیا

(رشید احمد چوہدری ۔ لندن)

پاکستان کی تاریخ میں ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ ایک سیاہ دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس دن آمر مطلق ضیاء الحق نے اینٹی احمدیہ آرڈیننس ملک میں نافذ کیا۔ اس آرڈیننس کے تحت آج تک ملک بھر میں ہزاروں احمدی مسلمانوں پر مقدمات قائم کئے گئے اور ان گنت احمدیوں کو بہیمانہ سزائیں سنائی گئیں۔

گزشتہ سال ایسے پانچ احمدی مسلمانوں نے جن کو عدالتوں نے اسلامی اصطلاحات کے استعمال کی وجہ سے آرڈیننس کے تحت مختلف سزائیں دی تھیں، ان سزاؤں کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیلیں دائر کیں اور یہ موقف اختیار کیا کہ احمدی مسلمانوں پر رسوائے زمانہ آرڈیننس کے تحت جو پابندیاں لگائی گئی ہیں وہ دستور اساسی میں حتمی طور پر ہر شہری کو دیئے گئے بنیادی انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی ہیں۔

عدالت سے ہرگز یہ درخواست نہیں کی گئی تھی کہ وہ اس بات کا فیصلہ کریں کہ جماعت احمدیہ کے عقائد درست ہیں یا نہیں۔ کیونکہ یہ فیصلہ کرنا کہ کسی شخص یا فرقہ کے عقائد درست ہیں یا نہیں۔ یا یہ کہ وہ مسلمان کہلا سکتا ہے یا نہیں عدالتوں کے اختیارات میں نہیں آتے۔ کیونکہ انسان غیب کا علم نہیں رکھتا۔ کسی بھی شخص کے ایمان کا معاملہ اس کے اور اس کے خدا کے درمیان ہوتا ہے اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہی عالم الغیب ہستی ہے جو فیصلہ کر سکتی ہے کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں۔ دنیا کی کسی عدالت یا اسمبلی کو مذہبی حقوق میں دخل انداز حق حاصل نہیں۔ لیکن سینئیر جج جناب شفیع الرحمان کو چھوڑ کر سپریم کورٹ کے باقی ججوں نے جو فیصلہ دیا ہے اس میں انہوں نے آرڈیننس کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے اور اصل قانونی نقطہ کی طرف نہیں آئے جو یہ تھا کہ اس آرڈیننس کی جملہ دفعات بنیادی انسانی حقوق سے متصادم ہیں یا نہیں۔

اس ضمن میں یاد رہے کہ جج صاحبان عقیدۃً غیر احمدی ہیں اس لئے وہ اپنے عقیدہ کے خلاف فیصلہ کیسے دے سکتے تھے۔ عقیدہ کے لحاظ سے ان کی حیثیت ایک پارٹی سے بڑھ کر نہیں تھی گویا وہ خود مقدمہ کے فریق تھے۔ اس پہلو سے وہ مجاز ہی نہیں تھے کہ احمدی اور غیر احمدی اختلافات کے درمیان قاضی بنیں۔ انہوں نے اپنے فیصلہ میں عقیدے کی بحث چھیڑی ہے جو بالکل بے معنی اور بے محل ہے۔ پھر انہوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ کمال بے انصافی سے کام لیتے ہوئے جماعت احمدیہ کو موقع ہی نہیں دیا کہ وہ ان کے دلائل کو توڑ کر حقیقت حال سے ان کو اور ان کی وساطت سے تمام اہل پاکستان کو آگاہ کرتی۔ اس طرح فاضل ججوں نے ہر قسم کے عدل کے تقاضوں کو پامال کرتے ہوئے اور سراسر ناانصافی برتتے ہوئے جو اقدامات کئے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

الف ۔ خلاصۃً دستوری نکتہ پر انصاف کی فریاد طلب کرنے پر بلاجواز اور ناحق مذہبی بحث میں الجھے جو سراسر لاتعلق تھی

ب ۔ مذہبی اختلاف میں ایک پارٹی ہونے کے باوجود فریق ثانی کے خلاف جج بن بیٹھے۔

ج ۔ مذہبی بحث کو فیصلہ میں یکطرفہ طور پر بلاجواز اس طرح داخل کیا کہ فریق ثانی کے وکیل سابق جسٹس جناب فخرالدین جی ابراہیم اور ان کے مددگار وکلاء کو ان نکات پر بحث کرنے اور جوابی دلائل پیش کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ عدلیہ کی تاریخ میں ناانصافی کی یہ ایک بدترین مثال ہے جس نے پاکستانی عدلیہ کے چہرے پر کلنک کا ٹیکہ لگایا ہے۔

احمدی عقائد پر بحث کرتے ہوئے عدالت نے اپنے فیصلے میں لکھا:۔

"قادیانی اسلامی اصطلاحات استعمال کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور اگر قادیانی مسلمانوں کو دھوکہ نہ دینا چاہتے ہوتے تو اپنی علیحدہ اصطلاحات بنا لیتے۔ قادیانیوں کے اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے مذہب کی اپنی کوئی بنیاد نہیں اور نہ ہی یہ اپنی بنیاد پر پھل پھول سکتا ہے۔"

جسٹس عبدالقدیر نے یہ فقرہ لکھ کر کہ "ان کے اپنے مذہب کی کوئی بنیاد نہیں" اپنے سارے فیصلے پر پانی پھیر دیا ہے۔ احمدی تو ہمیشہ سے کہتے چلے آئے ہیں کہ ان کا کوئی الگ مذہب نہیں اور نہ ہی کوئی الگ بنیاد ہے۔ وہ صرف اور صرف اسلام کو اپنا مذہب اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی مانتے ہیں اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ آخری کتاب مانتے ہیں۔

قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاتے ہیں۔ پس جب احمدیوں کا کوئی الگ مذہب نہیں تو انہیں کسی الگ بنیاد کے بنانے یا غیر اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

جسٹس قدیر نے اپنے فیصلے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

"اسلامی ریاست کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غیر مسلموں کو شعائر اسلام کی آڑ میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے سے روکنے کے لئے قانون سازی کرے"۔ ان کی اس رائے سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ وہ جماعت احمدیہ کے خلاف بنائے گئے قوانین کو جائز قرار دینے کی کوشش میں اپنی بددیانتی پر پردہ ڈال رہے ہیں۔ احمدیت کوئی مذہب نہیں ہے نہ ہی احمدیوں نے کبھی خود کو "غیر مسلم" سمجھا ہے یا لکھا ہے۔ انسان کا مذہب وہی ہوتا ہے جسے وہ خود اپنے لئے اختیار کرتا ہے۔ اگر یہ اختیار عدالتوں یا اسمبلیوں کو دے دیا جائے اور یہ تصور کر لیا جائے کہ گویا وہی انسان کے دین و مذہب کا فیصلہ کرنے والے "الٰہ" ہیں تو قرآن کریم پھر ہمیں اس بد انجام کی خبر دے رہا ہے کہ

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا

سورہ ۲۱، آیت ۲۳

یعنی ایسی صورت میں جب دنیا میں اللہ کے سوا الٰہ ہو تو دنیا میں فساد برپا ہو جائے گا۔

جو لوگ پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلے کی بنا پر احمدیوں کو غیر مسلم بن جانے کا مشورہ دے رہے ہیں کیا یہ بتا سکتے ہیں اگر کل کلاں ہندوستان کی لوک سبھا یہ فیصلہ کر دے کہ ہندوستان کے بسنے والے مسلمان عقائد کے اعتبار سے مسلمان کہلانے کے حق دار نہیں ہیں تو کیا ہندوستان کے مسلمان اس فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے اور کیا ہندوستان کی عدلیہ ان کے متعلق جسٹس قدیر کی دلیل استعمال نہیں کر سکتی کہ ان کے مذہب کی اب کوئی بنیاد نہیں رہی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسلام کی شناخت اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب سے ہے۔ ظاہر ہے کہ تصدیق بالقلب کا علم تو صرف خدا تعالیٰ کی ذات کو ہے لہٰذا انسانی فیصلے اقرار باللسان سے ہی ہو سکتے ہیں

عدالت نے اپنے فیصلے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

"امن و امان بحال رکھنے اور شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کے لئے پنجاب حکومت کا (جماعت احمدیہ کا جشن صد سالہ پر) پابندی لگانے کا فیصلہ درست تھا۔ سوال یہ ہے کہ عدالت کا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہوتا ہے یا دیگر مصالح کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے؟۔ دنیا بھر میں جہاں بھی عدلیہ آزاد ہے وہ اپنے فیصلے انصاف اور حقائق کو مدنظر رکھ کر بلاخوف لومۃ لائم دیتے ہیں۔ امن و امان قائم کرنے کا مسئلہ وزارت داخلہ کا ہے نہ کہ عدالتوں کا۔ اگر فیصلے اسی طرح ہوتے رہے کہ جب بھی وزارت داخلہ نے کہا کہ صحیح فیصلے سے ملک میں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو گا اور ججوں نے اس کی روشنی میں غلط اور ظالمانہ فیصلہ دے دیا تو ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔ ملکوں کی بقاء کا راز صرف اور صرف آزاد عدلیہ میں مضمر ہے اور جب عدلیہ ہی حکومت اور عوام سے خائف ہو کر فیصلے دینے لگے تو ایسا ملک جلد یا بدیر خدا تعالیٰ کی گرفت میں آ جایا کرتا ہے۔

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر احمدیوں کے مذہبی ارکان پر عمل کرنے سے عدالت کے نزدیک امن و امان کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا عدالت اس بات سے بے خبر ہے کہ ملک میں ہر سال محرم کے دوران فساد کے نتیجے میں خون خرابہ ہوتا ہے اور کئی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ کیا عدالت اسی اصول کے پیش نظر جو انہوں نے احمدیوں کے بارے میں اختیار کیا ہے شیعوں کو بھی اپنی مذہبی رسومات سے روک دے گی۔ پھر سنی ذکری اختلافات ہیں سنی اسماعیلی اختلافات ہیں۔ ہر فرقہ یہی کہتا ہے کہ دوسرے فرقہ کی عبادات، اذان، اور مذہبی رسومات سے ان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں تو پھر ان سب پر پابندی کیوں نہیں لگائی جاتی۔ ان کے خلاف کیوں ایسے فیصلے نہیں دیئے جاتے تاکہ ملک میں امن و امان قائم رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں آجکل ہر ادارہ ہی افراتفری کا شکار ہے۔ عدالتیں بھی اس سے مبرا نہیں۔ جب اس کیس کی سماعت ہو رہی تھی تو جج صاحبان نے اپنے ریمارکس میں بار بار احمدیوں کے موقف کی حمایت کی تھی اور اخبارات نے ان ریمارکس کو جلی حروف میں شائع بھی کیا تھا۔ جس پر پاکستان کے علمائے سوء نے ان جج صاحبان کو دھمکیاں بھی دی تھیں اور ان دھمکیوں پر مشتمل اشتہارات بھی شائع کئے تھے۔ اب معلوم نہیں کہ مولویوں کے دباؤ نے سپریم کورٹ کو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کیا یا کوئی "چیز" تھی جو انصاف کی راہ میں حائل ہو گئی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ وگرنہ جو ریمارکس انہوں نے برملا دیئے تھے ان کی کچھ عکاسی تو ان کے فیصلے میں ہوتی۔ آخر وہ کون سے عوامل تھے جنہوں نے فیصلہ لکھواتے وقت ان ریمارکس کو کلیۃً حذف کرا دیا۔ ہم جج صاحبان کے اس راز سے پردہ اٹھنے کے منتظر ہیں۔

ہم یہاں سپریم کورٹ کے سینئر جج جناب جسٹس شفیع الرحمان صاحب کی دلیری کی بھی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنہوں نے زبردست دباؤ کے باوجود حق و انصاف کو قائم رکھتے ہوئے اپنا اختلافی فیصلہ لکھا۔ اور یہ تسلیم کیا کہ احمدیوں کے بنیادی حقوق پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے اور یہ بات آئین پاکستان سے متصادم ہے۔

ایک اخباری بیان کے مطابق یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اختلافی نوٹ کی وجہ سے علامہ شاہ احمد نورانی نے جسٹس شفیع الرحمٰن کو احمدی قرار دیتے ہوئے ان پر غداری کے الزام میں مقدمہ چلانے کا مطالبہ کر دیا ہے۔ مولوی شاہ احمد نورانی کے اس بیان کے بعد کیا پاکستان میں حق و انصاف پر مبنی عدلیہ کی بقاء کی کوئی صورت باقی رہ جاتی ہے۔ اور کیا ہمارا وہ خدشہ جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور جو اس مقدمہ میں مسلمہ عدل و انصاف کی راہ میں حائل ہوا ہے سو فیصد درست قرار نہیں پاتا؟۔

دنیا کے بے شمار منصف مزاج لوگوں، ججوں، وکلاء اور قانون کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے سپریم کورٹ کے اس فیصلے پر تنقید کرتے ہوئے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ اس فیصلہ کے منظر عام پر آنے کے بعد پاکستان بھر میں احمدیوں کا جینا محال ہو جائے گا اور ملک میں ان کے خلاف ظلم و ستم کی ایک نئی لہر اٹھے گی۔

چنانچہ Mainz جرمنی کی عدالت کے ایک جج نے پاکستان سپریم کورٹ کے اس فیصلے پر کڑی تنقید کرتے ہوئے لکھا۔

"۶ جولائی ۱۹۹۳ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے آرڈیننس نمبر ۲۰ مجریہ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کے متعلق ایک نیا بنیادی فیصلہ سنایا ۔ یہ فیصلہ آرڈیننس کی آئینی حیثیت کے بنیادی سوال پر بحث کرتے ہوئے بعض احمدیوں کی اپیلوں کو مسترد کرتا ہے ۔ جو انہوں نے آرڈیننس کی بعض دفعات کے تحت قائم شدہ مقدمات میں ماتحت عدالتوں کی طرف سے دی جانے والی سزاؤں کے خلاف کی تھیں ۔

اس فیصلے میں جو زبان استعمال کی گئی ہے بعض مقامات پر اتنی ظالمانہ اور سخت ہے کہ اس کے نتیجے میں پاکستان میں احمدیوں کے خلاف ہونے والے مظالم میں شدت آ سکتی ہے ۔

یہ فیصلہ جس کے بعض حصوں میں انتہائی درشت زبان استعمال کی گئی ہے احمدیوں کے بارہ میں توہین آمیز کلمات استعمال کئے گئے ہیں ان کو بحیثیت مسلمان رہنے کا حق نہیں دیتا۔

ایک پیراگراف میں تو سپریم کورٹ احمدیوں کے خلاف تشدد اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ۔ اس طرح احمدی ظالموں کے حملوں کا نشانہ بن سکتے ہیں اور حملہ آور کہہ سکتے ہیں کہ سپریم کورٹ ان کی حمایت کرتی ہے"

اس فاضل جج نے جن خدشات کا اظہار اپنے فیصلہ میں کیا ہے اور جن خطرات کو بھانپا ہے بعد میں ہونے والے واقعات اس کی پوری پوری تصدیق کرتے ہیں ۔ ذیل میں چند ایسے واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ پورے پاکستان میں احمدیوں کے خلاف مہم شروع کی جا رہی ہے اور خاص طور پر توہین رسالت کے مقدمات ان کے خلاف کھڑے کئے جا رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے افراد پر مسجد میں حملہ

اس فیصلہ کے منظر عام آنے کے چند دن بعد

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES DIRECT TO PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL, MIDDLESEX UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0659/9988
MOBILE 0831 098 120
FAX 081 571 9988

مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۹۳ء کو مخالفوں کا ایک گروہ جو ۱۵،۱۴ افراد پر مشتمل تھا مسجد احمدیہ النور کراچی پہنچا اور وہاں موجود افراد سے کہا کہ وہ کسی ذمہ دار شخص سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جب جماعت کا ایک عہدیدار وہاں پہنچا تو انہوں نے مسجد میں موجود احمدی مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور ایک کو شدید زخمی کر کے یہ کہہ کر بھاگ گئے کہ اب سپریم کورٹ کا فیصلہ آگیا ہے ہم سب آپ سے نپٹ لیں گے۔

احمدی دوکاندار پر قطعہ آویزاں کرنے کی وجہ سے مقدمہ

۱۷ جولائی ۱۹۹۳ء کو رشید احمد سنوری ولد مکرم بشیر احمد سنوری کی دوکان واقع ڈیرہ اسماعیل خان سے ایک مخالف سلسلہ مولوی نے ایک قطعہ جس میں آیات اسماء حسنہ درج تھیں اتار لیا اور پولیس میں رپورٹ درج کرا دی کہ احمدی دوکاندار نے خود کو مسلمان ظاہر کیا ہے چنانچہ ۱۸ جولائی کو اس کے خلاف زیر دفعہ سی/۲۹۸ تعزیرات پاکستان مقدمہ درج کر کے گرفتار کر لیا گیا۔ عدالت میں ضمانت کی درخواست دی گئی جو مسترد ہو گئی لہذا سات ہفتے جیل میں رہنے کے بعد ۸ ستمبر ۹۳ کو ان کی ضمانت پر رہائی ہوئی۔ مقدمہ جاری ہے۔

کسی کو پڑھنے کے لئے کتاب دینے پر احمدی مسلمان کے خلاف توہین رسالت کا مقدمہ

مورخہ ۲۷ جولائی ۹۳ کو ایک احمدی مسلمان سید بشیر احمد شاہ صاحب آف بھگلہ ایبٹ آباد کے خلاف زیر دفعہ سی/۲۹۸ ،اے ۲۹۸ اور سی/۲۹۵ تعزیرات پاکستان ایک مقدمہ ایک مخالف سلسلہ کی رپورٹ پر درج کیا گیا۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ سید بشیر احمد صاحب نے کسی شخص کو حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ مرحوم کی تحریر کردہ کتاب "میری والدہ" پڑھنے کے لئے دی اور یہ اتہام لگایا گیا کہ اس کتاب میں حضور اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کے خلاف گستاخیاں ہیں۔

امیر جماعت احمدیہ ضلع رحیم یار خان پر قاتلانہ حملہ

مورخہ ۲۸ اگست ۹۳ کو مکرم عبدالجید صاحب امجد (امیر ضلع رحیم یار خان) پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ تفصیل کے مطابق وہ مسجد میں نماز عشاء ادا کرنے کے بعد گھر آرہے تھے کہ راستہ میں دو موٹر سائیکل سواروں نے ان پر فائرنگ کی اور فرار ہو گئے۔ ایک گولی ان کے جبڑے کے پار نکل گئی۔ حملہ آوروں کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

نماز جمعہ کے موقعہ پر لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے پر مقدمات

موضع عنایت پور بھٹیاں ضلع جھنگ میں ۲۴ ستمبر ۹۳ کو نماز جمعہ کے دوران لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کی وجہ سے مخالفین کی رپورٹ پر مقامی پولیس نے جماعت احمدیہ کے صدر رائے غلام عباس بھٹی اور قائد خدام الاحمدیہ کے خلاف زیر دفعات سی/۲۹۸ اور ۱۸۸ تعزیرات پاکستان مقدمہ درج کر لیا۔

تبلیغ کرنے کے "جرم" میں مقدمہ

مورخہ ۱۴ اکتوبر ۹۳ کو موضع مونگ ضلع گجرات کے ایک احمدی مسلمان محمد اسلم کلا ولد خوشی محمد صاحب کے خلاف تبلیغ کرنے کے الزام میں تھانہ صدر منڈی بہاؤ الدین زیر دفعہ سی/ ۲۹۸ تعزیرات پاکستان مقدمہ درج کیا گیا۔ ۱۵ اکتوبر کو پولیس نے انہیں گرفتار کرلیا اور ضمانت کی درخواست مسترد ہونے کے باعث انہیں کافی عرصہ جیل میں گزارنا پڑا

احمدی طلباء پر حملے

مورخہ ۸ اکتوبر کو دس بارہ طالب علموں کا ایک گروہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے ایک احمدی طالبعلم سعد رفیق کے گھر پہنچا اور اسے باہر بلا کر مارنا شروع کر دیا۔ شور سن کر جب ان کے والد مکرم محمد رفیق صاحب گوندل باہر آئے تو حملہ آور ان پر بھی جھپٹ پڑے۔ ان کے بازو اور ناک کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اس کے بعد وہ انہیں تھانہ لے گئے جہاں زیر دفعہ سی/ ۲۹۸ اور ۲۹۵ تعزیرات پاکستان ان پر مقدمہ کر دیا گیا۔

طلباء نے رپورٹ میں درج کرایا کہ سعد رفیق تبلیغ کرتا ہے اور یہ الزام بھی لگایا کہ نعوذ باللہ دونوں باپ بیٹا توہین رسالت کے مرتکب ہو رہے تھے۔

مورخہ ۲۱ اکتوبر ۹۳ کو ایک احمدی طالبعلم خالد مجوکہ صاحب کو جو دارالحمد ہوسٹل واقع نیو مسلم ٹاؤن میں رہائش پذیر ہیں رات کے دس بجے کے لگ بھگ ہوسٹل کے باہر سے دس بارہ نوجوانوں نے اغوا کر لیا اور ایک ویگن میں ڈال کر نامعلوم مقام پر لے گئے۔ ان پر خوب تشدد کیا گیا اور دو اڑھائی گھنٹوں کے بعد گرین ٹاؤن کے علاقہ میں پھینک کر چلے گئے۔ ان سے زبردستی یہ بھی لکھوا لیا گیا کہ وہ احمدیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔

مورخہ ۳۰ اکتوبر ۹۳ کو علامہ اقبال میڈیکل کالج کے ایک احمدی طالبعلم شفقت محمود کو جو Viva کا امتحان دے کر کالج سے واپس لوٹ رہے تھے کئی ایک طالبعلموں نے گھیر لیا اور خوب تشدد کیا۔ ان سے بھی زبردستی لکھوا لیا گیا کہ وہ احمدیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔

احمدی ڈاکٹر پر حملہ

مورخہ ۴ نومبر ۹۳ کو ایک احمدی ڈاکٹر وسیم احمد کو سروسز ہسپتال کے وارڈ میں چند نوجوانوں نے مارا اور بھاگ گئے۔

ربوہ سے شائع ہونے والے احمدی اخبارات و رسائل پر مقدمات

رسالہ انصاراللہ کے خلاف مقدمہ

ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ کے ایک مولوی احمد حمادی کی درخواست پر سپرینڈنٹ پولیس سانگھڑ نے حکم نامہ جاری کیا کہ ماہنامہ انصاراللہ کی انتظامیہ اور قرآن نمبر بابت ماہ جولائی ۹۳ میں مندرج مضامین کے لکھنے والوں پر زیر دفعہ اے/ ۲۹۵ ،بی/ ۲۹۵ اور سی/ ۲۹۸ تعزیرات پاکستان مقدمہ درج کیا جائے۔

درخواست میں کہا گیا کہ

(۱) رسالہ مذکور میں جگہ جگہ قرآنی آیات درج ہیں جس سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔

(۲) احمدیوں نے خود کو جان بوجھ کر مسلمان ظاہر کیا۔

(۳) احمدیت کی تبلیغ کی کوشش کی گئی ہے

چنانچہ تھانہ ٹنڈو آدم میں یکم نومبر ۱۹۹۳ء کو ماہنامہ انصاراللہ کے ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر نیز مضامین لکھنے والوں کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا

الفضل اور انصاراللہ کے خلاف مقدمہ

مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۹۳ کو ہوم سیکرٹری پنجاب گورنمنٹ کے حکم کے تحت روزنامہ الفضل ربوہ کے ۹ شمارہ جات بابت ماہ فروری، مارچ اور اپریل ۱۹۹۳ء کی وجہ سے دفعہ سی/ ۲۹۸ تعزیرات پاکستان کے تحت ربوہ تھانہ میں ایک مقدمہ ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر الفضل ربوہ کے خلاف درج کیا گیا۔

اسی روز ایک اور مقدمہ ماہنامہ انصاراللہ کے مئی ۱۹۹۳ء کے شمارہ کی وجہ سے زیر دفعہ سی/ ۲۹۸ تعزیرات پاکستان ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر ماہنامہ انصاراللہ کے خلاف درج کیا گیا۔

توہین رسالت کا ایک اور مقدمہ

چار احمدی مسلمانوں پر جن کے نام مکرم چوہدری ریاض احمد، مکرم بشارت احمد، مکرم قمر احمد اور مکرم مشتاق احمد آف چک ۱۵ د۔ ب ضلع میانوالی ہیں، مورخہ ۲۱ نومبر ۹۳ کو تھانہ پپلاں ضلع میانوالی میں توہین رسالت کے الزام میں زیر دفعہ سی/ ۲۹۵ ایک مقدمہ درج کیا گیا۔ اور انہیں ۲۳ نومبر ۹۳ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس چک میں صرف ایک ہی گھرانہ احمدیوں کا ہے جس کے تمام مردوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

مضمون، مراسلات ارسال کرتے وقت صاف اور خوشخط روانہ کریں

"یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھا دی۔ اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کر دی"۔
(روحانی خزائن جلد ۱۲ تحفہ قیصریہ ۲۵۹)

A.Z. ELECTRICS

18 Brookwood Road
Southfields, London SW18 5BP
Tel. 081 877 3492 Fax 877 3518

For Video, Television & Eelectronic Spares

Semiconductors
Remote Controls
Video Heads etc.

Visa and Access Cards Accepted for Postal Despatch

Nearest Underground: SOUTHFIELDS District Line

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16* East	103* East	14* West	74* West
Transponder	37	7 (C-Band)	9 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3825 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	
Timings (London Time)	13.30 - 16.00	10.00 - 16.00	13.30 - 14.30	13.30 - 14.30

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time

REVIEW OF RELIGIONS

A monthly magazine designed to educate and enlighten its readers on religious, social, economic and political issues with particular emphasis on Islam. To ensure that you regularly receive this monthly publication please fill in the details below and send the completed form with your remittence to:

The Subscription Manager,
16 Gressenhall Road, London,
SW18 5QL, England

Please put my name on the mailing list for the Review of Religions for one year. I enclose a CHEQUE/BANKERS DRAFT of ....
Name...
Address..
....
....
....
....

ANNUAL SUBSCRIPTION RATES:
UNITED KINGDOM £15.00 STERLING
OVERSEAS US $30.00
DO NOT SEND CASH PLEASE

Kenssy

Fried Chicken

589 High Road,
Leytonstone,
London E11 4PB

EARLSFIELD PROPERTIES

ESTATE AGENTS
RENTING AGENTS

PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

RING NOW
081 877 0762

OR VISIT OUR OFFICES AT

175 MERTON ROAD, LONDON SW 18

بشکریہ روزنامہ آواز انٹرنیشنل لندن

ناشکری، تعصب، جنون اور جہالت؟ ایک نقطہ نظر

افضل توصیف

ڈاکٹر عبدالسلام کون ہے؟ پنجاب کے بچوں کیلئے ایک مشکل سوال ہے مگر سوال کا جواب بہت ضروری ہے۔ ایک سوال اور بھی ہے نوبل لاریئیٹ کون ہوتا ہے؟ اشارہ .... نوبل پرائز۔ سو تم نے اشارے کی مدد سے بوجھ لیا۔ نوبل پرائز جیتنے والے کو نوبل لاریئیٹ کہتے ہیں۔ اگلا سوال بھی اسی سلسلے کا ہے لیکن جواب اتنا آسان نہیں ہوگا۔ کبھی کسی پنجابی نے نوبل پرائز جیتا؟ سوچ کے بتاؤ؟ یہ دنیا کا اعلیٰ ترین انعام ہے اور صرف اعلیٰ ترین دماغ والوں کو ہی مل سکتا ہے۔ اس انعام کا جیتنے والا اپنے ملک، اپنے علاقے اور اپنے عوام کیلئے بڑی عزت حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ یہ انعام عالمی مقابلے میں جیتا جاتا ہے اور انعام دیتے وقت اس ملک کا نام بھی پکارا جاتا ہے جس نے اس عالی شان ذہن والے انسان کو پیدا کیا ہو۔ سوال سمجھ میں نہیں آیا۔ چلو لفظ بدل دیتے ہیں۔ کیا پنجاب نے کوئی بڑا سائنس دان پیدا کیا؟ تمہاری کتابوں میں تو سائنس کا ذکر ہی بہت کم ملتا ہے اور پنجاب نے سائنس میں کچھ بھی ترقی نہیں کی۔ اب تو سوال اور بھی مشکل ہوگیا پنجاب میں تو ابھی تک ابتدائی سائنس کی ترقی نہیں ہوئی پھر فزکس کا نوبل لاریئیٹ؟؟

سوال ایک معمہ بن گیا ہے نا، ایک پنجابی گھرانے کا آدمی، سیدھا سادہ، دنیائے فزکس کا نوبل لاریئیٹ؟ دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی انتہائی ترقی یافتہ سائنس فزکس ہے۔ یہی سائنس انسان کو اسپیس ایج میں لے گئی ہے۔ اسی کی مدد سے انسان چاند پر اتر کر چاندنی کی سطح پر اپنے پاؤں کے نشان چھوڑ آیا ہے۔ یہی وہ علم ہے جس نے انسان کو تسخیر کائنات کا سب سے اونچا پرچم تھمایا ہے۔ یہی سائنس کائنات کی اصل ابتدا اور ایٹم کی بے پناہ طاقت کا کھوج لگا سکی ہے۔ اسی عالیشان کھوج کا ایک ہاتھ ...... بڑا مضبوط ہاتھ ایک پنجابی ہاتھ بھی ہے۔ بہت سارے جرمن ہاتھوں کے ساتھ کیتے ہی امریکی، برطانوی، اطالوی، روسی، نارویجین اور سویڈش ہاتھوں کے درمیان ایک گندمی رنگ کا ہاتھ ..... گندم کاشت کرنے والے کسان کے بیٹے کا ہاتھ فزکس کے اس علمی شعبے کی ریسرچ میں جو خود کائنات کے وجود کی اصل اور بنیادی عوامل تلاش کرتا ہوا اپنی نوع انسان کی ترقی کو بہت آگے لے جاتا ہے۔ تسخیر کائنات کے منصب عالی تک۔

اب بتاؤ تم اس پنجابی کا نام جاننا چاہو گے؟ ڈاکٹر عبدالسلام۔ یہی نام ہے اس یکتائے روزگار کا۔ لیکن پنجاب کے بچے اس نام سے واقف نہیں ہیں۔ کیوں واقف نہیں ہیں؟

پھر ایک سوال؟ ہاں ہماری تاریخ سوالوں سے بھری پڑی ہے۔ پنجاب کی تاریخ میں اور ہے ہی کیا؟ سوال ہی سوال ہیں۔ پنجاب تقسیم کیوں ہوا؟ پنجاب میں قتل عام کیوں ہوا؟ پنجاب کی عورت بے عزت کیوں کی گئی؟ پنجاب سے امرتا پریتم کیوں چلی گئی؟ کرشن چندر کو کیوں نکالا گیا؟ پنجابی زبان ترقی میں پیچھے کیوں رہ گئی؟ پنجاب اپنے شاعروں کی زبان کیوں نہیں گاتا؟ پنجاب میں سائنس کا مستقبل اندھیرا کیوں ہے؟ پنجاب دنیا کے مانے ہوئے سائنس دانوں کو اپنا کیوں نہیں مانتا؟ ڈاکٹر عبدالسلام اپنے دیس واپس کیوں نہیں آسکتے؟ اس کا خواب پنجاب کی زمین پر کیوں نہ اتر سکا؟ وہ عالیشان ادارہ جو فزکس جیسی سائنس کی ترقی کیلئے ڈاکٹر عبدالسلام نے اٹلی میں قائم کیا پنجاب میں کیوں نہ بن سکا؟ کس وجہ سے اسے واپس جانا پڑا؟ کیا مذہب کے فرق کی وجہ سے؟ سائنس کا بھی کوئی مذہب ہوتا ہے؟ فزکس لیبارٹری کا مذہب سے کیا واسطہ؟ فزکس کی تحقیق میں فرقہ بندی کا کیا دخل؟

یہ سوال نہیں ایک بدصورت سچائی ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام کو قادیانی ہونے کی وجہ سے یہاں فزکس کی ترقی کے لئے کام نہیں کرنے دیا گیا نوبل پرائز جیتنے والا یہ سائنسدان اپنے انعام اس زمین پہ لاکر سجا دینا چاہتا تھا۔ پوری دنیا سے اسے جو عزت اپنے علم کیلئے ملی تھی وہ اپنے پنجاب لیکر آنا چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا وہ اس حیثیت میں ہے کہ دنیائے سائنس کے خزانوں سے جتنی امداد مانگے گا اسے ملے گی اور اس زمین پر دنیا کی سب سے بڑی سائنس فزکس کی بنیاد استوار ہو جائے گی۔ یہ سب کچھ نہیں ہونے دیا گیا۔ کس نے نہیں ہونے دیا؟ تعصب، جنون اور جہالت نے پاکستان کے واحد نوبل لاریئیٹ کو اپنے علم و ہنر کی برکت اور شہرہ آفاق شہرت لے کر وطن لوٹنے نہیں دیا گیا۔ اس رویئے سے کس قدر نقصان ہوا اور کس قدر ناشکری، علم کی دولت کو ٹھکرایا، اپنے محروم وطن کو اور زیادہ محروم کیا اور ایک ایسی ہستی کا دل توڑا جس پر انسانیت کو فخر ہے۔ اس نے اپنے انعام کی رقم سے کتنے ہی پاکستانی طالب علموں کی امداد کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام آج کل بیمار ہیں اور پردیس میں تنہا۔ دنیا ان کیلئے آنکھیں بچھاتی ہے تو کیا ان کی پہلی اور آخری تمنا تو ان کا وطن ہے۔ واحد نوبل لاریئیٹ جس نے یورپ کی شہریت اختیار نہیں کی اور تن تنہا دنیا کا سب سے اعلیٰ اور بڑا فزکس اسٹڈیز کا مرکز قائم کیا۔ یہ سنٹر اٹلی میں ہے اور انٹرنیشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس کہلاتا ہے۔ یہاں فزکس میں اعلیٰ ریسرچ کرنے والے سائنس دان دنیا بھر سے آتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی زندگی کے دو بڑے مقصد تھے۔ اول کائنات کی فزیکل حقیقت کی نوعیت کو میتھمیٹیکل آلات کی مدد سے سمجھ لینا۔ دوسرے سائنس کی مدد سے پاکستان کو ترقی اور خوشحالی کی شاہراہ پر گامزن کرنا۔ پہلی خواہش پوری انسانیت کیلئے ایک ناقابل فخر کامیابی بن کر پوری ہوئی۔ لیکن دوسری خواہش پاکستان کی ترقی کیلئے تشنہ اور ناکام رہ گئی آخر کیوں؟ دنیائے فزکس کا یہ عظیم ریسرچ سنٹر پاکستان میں کیوں نہ بنا؟ آج یہ سرچشمہ پچاس سے زیادہ ترقی پذیر ممالک کو اپنا فیضان دیتا ہے۔ پاکستان سے کوئی طالب علم وہاں جائے تو خاص اہمیت ملتی ہے۔ یہ وطن کی رعایت ہے نا۔ وطن پرست ڈاکٹر عبدالسلام پاکستانی طالب علم کو پہلی اہمیت دیتا ہے لیکن وطن والے اتنے کم نظر اور جاہل حکمرانوں کے بس پڑے ہوئے ہیں کہ پچھلے سال ایک وزیر اعظم نے گورنمنٹ کالج لاہور کے ایک فنکشن میں اس ادارے سے نکلنے والے بڑے آدمیوں کے نام گنوائے۔ اس فہرست میں ڈاکٹر عبدالسلام کا نام نہیں تھا۔ وہ نام جس نے دنیائے سائنس کے نقشے پر خود پاکستان کو شناخت دی۔ وہی نام پاکستان کے حکمرانوں کو یاد نہیں رہتا۔ یہ جہالت کی انتہا ہے کہ جس کا نتیجہ انتہائی خوفناک جہالت کی شکل میں سارے ملک اور معاشرے پر پھیل رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو اہمیت مل رہی ہے جن کے پاس نااہلی کے علاوہ کوئی اہلیت ہی نہیں۔ ـــــــ والوں کیلئے ایوارڈ و اعزاز ہیں جو ہر قابل کی شناخت ہی نہیں۔

یہاں اس طرح کے رویئے سے ڈاکٹر عبدالسلام کے علم کی اہمیت کو فرق نہیں پڑتا لیکن ان کے دل کو بہت فرق پڑ چکا ہے۔ اپنی چالیس سال کی شاندار علمی کاوش کے نتیجے میں اس سائنس داں نے بیس عالمی ایوارڈ جیتے ہیں۔ ان میں کیمبرج کا ایوارڈ بھی ہے جو فزکس میں سب سے زیادہ کام کرنے والے کی حیثیت سے 1957ء میں ملا تھا۔ پاکستان سے تعلق اور تعلق خاطر رکھنے والے ڈاکٹر عبدالسلام کا کام دنیائے فزکس میں ایک انقلاب ہے کہ جو آگے بڑھ رہا ہے۔ ان کی تحقیق نے حقیقت کائنات کے نئے افق روشن کئے ہیں۔ اس لئے مہذب دنیا میں علم و تحقیق سے تعلق رکھنے والی دنیا میں ان کی بے پناہ عزت ہے۔ مگر خود ان کا دل کہ ایک جلاوطن کا دل ہے۔ اہل وطن کی ذرا سی توجہ کیلئے پھڑکتا ہے۔

کئی ماہ پہلے کی بات ہے کہ ان کی ریٹائرمنٹ کے اعزاز میں ایک جشن ہوا۔ اس سلسلے میں انٹرنیشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس کا اعلیٰ درجے کا اجلاس بھی ہوا۔ یہ کوئی معمولی اجلاس نہیں تھا۔ دنیا کے عظیم دانشوروں اور سائنس دانوں کا ایک اجتماع تھا کہ جس میں فزکس کے تین نوبل انعام یافتہ بھی شریک تھے۔ اس علمی اجتماع میں کائنات و حیات کے آغاز بگ بینگ کے وقت مادے کی حالت اور زمین کی گہرائیوں کے بھید اور سپر کنڈکیوٹی کے متعلق حیرت انگیز انکشافات پر غور کیا گیا۔ یہ جشن کہ سائنسی فتوحات کا جشن تھا۔ دراصل ڈاکٹر عبدالسلام کی دریافتوں کا جشن تھا۔ عجب بات ہے کہ عین اس وقت کہ جب فزکس کی دنیا کے چمکدار ستارے ایک کے بعد ایک ڈاکٹر عبدالسلام کو تعظیم اور تہنیت پیش کر رہے تھے وہ سائنسدان اپنے بیمار جسم کے اندر افسردہ دل لئے بیٹھا تھا۔ کس طرح سے؟ ذرا سنئے نیوز لائن نے کس طرح سے اس منظر کو بیان کیا ہے۔

اس شاندار جشن کی تقریبات کے اختتام پر ایک ناقابل فراموش منظر اس طرح سے بنا کہ وہ سب یعنی بین الاقوامی سائنس برادری کے معتبر انسان ہزاروں کی تعداد میں منظم قطاریں باندھ کر ڈاکٹر عبدالسلام کو مبارکباد پیش کرنے کیلئے آگے بڑھے اور اپنی باری کیلئے صبر سے کھڑے ہوگئے۔ تب میں نے دیکھا ایک پریشان حال سا نوجوان اپنی باری آنے پر عظیم سائنس دان کے آگے جھکا اور کہنے لگا "جناب! میں ایک پاکستانی طالب علم ہوں۔ ہمیں آپ پر بڑا فخر ہے .... ڈاکٹر عبدالسلام کے کندھے ہلے اور آنسوؤں کی دو دھاریں ان کے چہرے پر بہنے لگیں۔" ایک عام سے طالب علم کی مبارکباد میں کیا بات تھی؟ ڈاکٹر عبدالسلام کیلئے بہت خاص مبارکباد تھی وہ۔ ساری دنیا کے ممتاز سائنس دانوں کے درمیان وہ ایک ہم وطن آواز تھی۔ اس عظیم ہستی کیلئے وہی آواز اپنی تھی۔

لیکن وطن والوں نے کیا کیا؟ اپنے سپوت کو جو یکتائے روزگار بنا، اسے نہ اپنایا، اس کی حب الوطنی پر شک کر کے ناقابل تلافی نقصان کیا اور یہ کوئی ایک مثال نہیں ہے۔ پاکستان میں بدقسمتی کا عمل مسلسل چل رہا ہے۔ فیض کے ساتھ کیا کچھ نہ ہوا جب نام اس زمین کا مان ہوسکتے تھے انہیں کو بیگانہ کیا۔ جو نام اس کی تاریخ کو سجانے والے تھے انہیں کو مٹاتے رہے۔ ایک بری سیاست اور بے بس سوسائٹی نے بزدلی اور بے ضمیری کے ساتھ جھوٹ کی پیروی کی۔ غلط اور نااہل لوگوں کو اوپر اٹھایا۔ کرپشن میں لتھڑے ہوئے کرداروں کی پرورش کی اور بدمعاشی کو ترقی دی۔ اس کا نتیجہ ایک بگڑا اور بداخلاق معاشرہ، ایک دلگیر اور پست اخلاقی حالت کا تسلط ہے۔ ہر آن جہالت بڑھ رہی ہے۔ ذہانت اور ہنرمندی کا زیاں پہلے سے کہیں زیادہ شعور کا نور علم کی روشنی پیدا کرنے والے کتنے تھوڑے رہے اور کس قدر پریشان کئے گئے اور ڈاکٹر عبدالسلام نے علم کا جو خزانہ کمایا وہ کس کے کام آیا؟ ساری دنیا کے کام آیا ہے۔ وہ شاندار علمی کارنامہ مگر پاکستان کے مقدر میں تو محرومی لکھی ہے۔ کون لکھتا ہے ان محرومیوں کو؟؟ اور کون مجبور کر رہا ہے ایک سائنس دان کو سقراط بن جانے پر؟ وہ بھی آج بیسویں صدی کی آخری دہائی میں! کس درجے کی جہالت ہے یہ؟؟ یا تہذیب کی پستی ہے!

> **سچے علوم کا مخزن "کلام الٰہی" ہے تو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ "کلام الٰہی" کے پڑھنے اور سمجھ کر پڑھنے اور عمل کے واسطے پڑھنے کی بہت ضرورت ہے۔ اور یہ حاصل ہوتا ہے تقویٰ اللہ سے۔**
>
> حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

FOZMAN
FOODS

BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.T.N
SHOPS

2 SANDY HILL ROAD,
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE:
081 478 6466
081 553 3611

محبِّ وطن یا غدار وطن

ذیل میں ہم "سیارہ ڈائجسٹ" پاکستان کے شمارہ اکتوبر ۱۹۹۳ء کے اداریہ میں سے ایک اقتباس قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

ایک "غدار" اور سہی

کیا یہ ضروری ہے کہ ملک کا حکمران بننے کے لئے ملک سے غداری کی جائے؟ اس کے نظریات اور تخلیق کی بنیادوں سے انحراف کیا جائے؟ پاکستان دنیا کے نقشے پر غالباً پہلا اور آخری ملک ہے جس کے حکمرانوں اور مذہب و سیاست کے ٹھیکیداروں کا قریب سے مطالعہ کیا جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ ان کی اکثریت انہی افراد پر مشتمل ہے، مشتمل رہی ہے جس کا ذکر اوپر کی سطروں میں کیا گیا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کا یہ بھی وطیرہ اور شعار رہا ہے کہ وہ اپنے مفادات کے حصول اور اپنے اقتدار کے طول اور استحکام کے لئے اپنی رعایا کی پیشانیوں پر غداری اور حب الوطنی کی اسناد چسپاں کرتے رہے ہیں۔ ماضی میں جو غدار تھے، وقت آنے پر یہی ان کے نزدیک سب سے بڑے محب وطن قرار پائے اور جن لوگوں کے وجود سے انہیں ذرا بھی خدشہ محسوس ہوا، فوراً انہیں "غدار" کا لقب عنایت فرما کر راندہ درگاہ بنا دیا۔ ستم یہاں تک ڈھایا گیا کہ جن لوگوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی، اس کے بانیوں کے خلاف اخلاقی گند اچھالا، تشکیل پاکستان کے بعد اس کی جڑوں کو کھوکھلا کرتے رہے، وہی اس کے اقتدار کے مزے اڑاتے رہے اور مسلسل قوم اور ملک کی آنکھوں میں دھول جھونکی جاتی رہی۔ ـــــــ

ـــــــ

ـــــــ

ـــــــ

تاریخ پاکستان سے تھوڑی سی بھی واقفیت رکھنے والے مولوی فضل الحق کے نام سے ضرور واقف ہوں گے۔ بنگال سے تعلق رکھنے والے اس فرد کو شیر بنگال بھی کہا جاتا ہے۔ پاکستان بننے کے فوراً بعد مشرقی پاکستان میں اس شخص نے ایک تحریک چلائی جس کا مرکزی خیال یہ تھا کہ ہمیں پاکستان نہیں بنانا چاہئے تھا اور یہ کہ دو قومی نظریہ دنیا کے ذلیل ترین لفظ کا نام ہے۔ کلکتہ میں اس شخص نے پاکستان کے خلاف دشنام طرازی کی۔ جس کی بازگشت مدتوں پاکستان میں گونجتی رہی۔ اس نفرت انگیز سیاست کے پس منظر میں مولوی صاحب کا اقتدار سے محروم ہونا تھا۔ پھر مشرقی پاکستان کی وزارت علیا (اس غداری کے بدلے) ان کی خدمت میں پیش کی گئی تو وہ ایک بار پھر "محب وطن" پاکستانی بن گئے اور جاتے جاتے دوسرے لوگوں کو یہ درس دے گئے کہ پاکستان کے خلاف دشنام طرازی کرو، غداری کرو، اسکی جڑیں کھوکھلی کرنے کی سازشوں میں حصہ لو تو آپ کو عزت بھی ملے گی، اقتدار بھی ملے گا اور حکومت کی مسند بھی۔

آج پاکستان میں ایک دینی جماعت جمیعت العلمائے اسلام بھی سیاست میں سرگرم ہے۔ یہ وہی جماعت ہے جس کے ایک فرد (جو اللہ کے فضل سے سینیٹر بھی ہیں) مولوی سمیع الحق مدظلہ مبینہ طور پر اسلام آباد کی بدنام زمانہ عورت میڈم طاہرہ کے ساتھ ایک جنسی سکینڈل میں ملوث رہے۔ مولوی فضل الرحمٰن بھی اسی جماعت کے فرد ہیں۔ مولانا مفتی محمود (مرحوم) بھی اسی جماعت سے وابستہ بلکہ اس کے سربراہ تھے۔ یہ نیم سیاسی و نیم دینی جماعت دراصل جمیعت العلمائے ہند کی باقیات میں سے ہے اور جمیعت العلمائے ہند، پاکستان بننے سے قبل ان بدنہاد علمائے دین کا گروہ تھی جس نے ہندوؤں کی حمایت میں تحریک پاکستان کی مخالفت کی اور اس دشمنی میں ہر حد پار کر گئے۔ اسی جماعت کے پیروکاروں نے انگریزوں کے اشارے پر کانگرس کی حمایت میں اور مسلم لیگ کی مخالفت میں ان گنت فتوے جاری کئے، مگر بدقسمتی دیکھئے کہ پاکستان بنتے ہی اس جماعت نے چولا بدل کر، نئی شکل کر کے پاکستان میں معتبر بننے کی کوششیں شروع کر دیں۔ احراریوں کی طرح ان لوگوں نے پاکستان کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ ۱۹۷۱ء میں جب سانحہ مشرقی پاکستان سامنے آیا تو اس جماعت کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے فرمایا۔ "خدا کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے جرم میں شریک نہیں تھے"۔ قارئین کرام! آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ لوگ پاکستان میں رہنے کے حقدار ہیں؟ عمامہ و جبہ و دستار کے بھیس میں ان بھیڑیوں کو پاکستان کی سرزمین کو خون رنگ کرنے کا اختیار دیا جاسکتا ہے؟

ابھی اس پاک دھرتی کے سینے پر ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے پاکستان کی مخالفت میں پاگل ہو جانے والی ایک اور دینی جماعت "جماعت اسلامی" کو فراموش نہیں کیا۔ ابھی وہ لوگ زندہ ہیں جنہوں نے مولانا مودودی (مرحوم) کو اپنی تحریروں اور تقریروں میں پاکستان کے خلاف زہر اگلتے دیکھا اور سنا۔ آج جماعت اسلامی اور جمیعت العلمائے اسلام خود کو خواہ کتنا ہی بڑا معتبر قرار دے ڈالیں، اپنے آپ کو پاکستان کا ٹھیکیدار بنا ڈالیں مگر تاریخ کے تلخ حقائق نے ان کے چہروں پر جو کالک مل دی ہے، اسے کون صاف کرے گا؟ چاہئے تو یہ تھا کہ پاکستان کے ان دشمن عناصر پر مقدمات چلائے جاتے مگر چونکہ منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہیں تھے، اس لئے جب قاتل ہی منصف بن جائے تو انصاف کہاں سے ملے گا؟

ـــــــ

ـــــــ

معزز قارئین! برسوں پہلے دلی کے بلی ماراں محلے میں رہنے والے ایک آشفتہ سر، آشفتہ جاں، مگر حکیم صفت شاعر نے فرمایا تھا۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی پہ معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

(سیارہ ڈائجسٹ کے شکریہ کے ساتھ)

> **اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل یہ ہے کہ جب تمہیں موت آئے تو تمہاری زبان ذکر الٰہی سے تر ہو۔**

سابق یوگوسلاویہ میں آبروریزی کا استعمال بطور جنگی ہتھیار

(رسالہ ریفیوجیز کے اگست کے شمارہ سے ایک مضمون)

(تحریر فلپا گرانیون اور پاسکل ڈلوکی ـ ـ ترجمہ ملک خلیل الرحمٰن)

بعض محققین کے اندازہ کے مطابق بوزنیا کی بہیمانہ جنگ میں بیس ہزار سے زائد خواتین عصمت دری کا شکار ہو چکی ہیں۔ (مختلف ذرائع سے اکٹھی کی ہوئی اخباری اطلاعات عصمت دری کا شکار ہونے والی عورتوں کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ بتاتی ہیں ادارہ)۔ بیشتر عورتیں اور ان کے خاندان ظلم کی ان داستانوں کو اپنے سینوں میں دفن راز رکھنا ہی پسند کرتے ہیں اور کسی شخص سے بھی اس موضوع پر بات کرنے کو تیار نہیں۔ البتہ چند لوگوں نے ان مظالم پر سے پردہ اٹھانے کی جرات کی ہے۔ ان میں سے ایک "باہریا صاحب" ہیں جو اس جنگ کی ہولناکی کو کسی طرح بھلا نہیں سکتے۔ انہوں نے بتایا۔

"جب ہم ٹرنوپولی کیمپ میں پہنچے تو ان ظالموں نے میری آنکھوں کے سامنے دس عورتوں کی بے حرمتی کی۔ ان عورتوں میں سے بعض کم عمر کی لڑکیاں تھیں۔ یہ ظلم کئی دنوں تک جاری رہا۔ بعض عورتوں کو اس آبروریزی کے بعد گلا کاٹ کر ہلاک کر دیا گیا اور مجھے یہ سب کچھ دیکھنے پر مجبور کیا گیا۔"

یکدم باہریا کی آواز بھرا گئی اور وہ بولا۔

"میری بیوی بھی ان عورتوں میں سے تھی جن کی عصمت دری کی گئی میں نے اسے اور اپنے بچوں کو بچانے کی بے حد کوشش کی اور انہیں کہا کہ بہتر ہے مجھے قتل کر دو۔ مگر انہوں نے مجھے خوب مارا اور اپنے مکروہ فعل سے باز نہ آئے۔"

یہ کہنے کے بعد باہریا صاحب خاموش ہو گئے اور مزید کچھ کہے بغیر زاغریب کے مضافات میں واقع پناہ گزین کیمپ کے کمرہ سے لنگڑاتے ہوئے باہر چلے گئے۔ ان کی بائیں ٹانگ قدرے بیکار ہو چکی تھی۔ سامنے کا دانت غائب اور اوپر کا ہونٹ پھٹا ہوا تھا۔ یہ سب ان دنوں کی یادگار ہے جب وہ قید خانوں میں مقید تھے۔

ان کی بیوی فاطمہ کمرے میں ایک طرف گم سم بیٹھی منہ چھپائے رو رہی تھی۔ بدقسمتی سے ایسے واقعات جن میں گھر کے افراد یعنی خاوندوں، والدین اور بچوں کے سامنے اجتماعی عصمت دری ہو روزمرہ کا دستور بن چکا ہے۔

بارہ سالہ عدنان جو اپنے گھر میں سب سے چھوٹا ہے اپنی والدہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بولا "سب سے گھناؤنا فعل جو مجھے یاد ہے وہ زنابالجبر تھا۔" اس کی آنکھیں ان مکروہ نظاروں کو جن کو دیکھنے پر اسے مجبور کیا گیا انتہائی غمناک تھیں۔ اس نے مزید بتایا۔ "دوسری ہولناک بات مجھے یہ یاد ہے کہ میرے سامنے میرے بھائی کو شدید جسمانی اذیت سے دوچار کیا گیا۔"

ظالموں نے ان کے بھائی محمد کو تمام رات ٹھڈے مارے، ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے زدوکوب کیا اور بے ہوشی کے عالم میں پھینک کر چلے گئے۔ اس کی ساری کمر پر نیل کے دھبے پڑے ہوئے تھے اور اس کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

محمد نے بتایا "ہمیں ۹ جون کو گرفتار کیا گیا جو میری ۱۶ ویں سالگرہ کا دن تھا"۔ یکے بعد دیگرے سرب کے فوجی دستوں نے ایک منصوبے کے تحت بوزنیا کے چھوٹے سے قصبہ ٹرنوپولی کے تمام حصوں سے مسلمانوں کو مکمل طور پر بے گھر کیا۔ اس طرح چند ہی لمحوں میں ان بے چاروں کو بھی اپنا آرام دہ گھر اور علاقہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔

وہاں سے انہیں ایک سکول جسے نظر بند کیمپ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا منتقل کر دیا گیا۔ یہاں لکڑی کی بنی ہوئی بیرکوں میں چار سے پانچ ہزار مسلمان اس طرح بھرے ہوئے تھے کہ بمشکل پاؤں پھیلا کر لیٹنے کی جگہ تھی۔

باہریا صاحب تھوڑی دیر کے بعد لوٹے اور بولے "ہر رات عصمت دری اور تشدد کے واقعات دہرائے جاتے اور جو لوگ اذیت کی تاب نہ لا کر دم توڑ دیتے انہیں صبح کوئلے کی کان میں پھینک دیا جاتا۔ روزانہ تقریباً ۲۰ لاشیں پھینکی جاتیں۔

باہریا کے بیان کے مطابق یہ تعداد "اومارسکا" کیمپ جہاں انہیں ایک ماہ بعد منتقل کیا گیا تھا میں ہلاک ہونے والی تعداد سے کہیں کم تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ "اومارسکا" ایسا کیمپ تھا جہاں مرد قیدیوں کو سخت جسمانی اذیت دی جاتی اور ہر روز اتنے لوگوں کو ہلاک کر کے پھینک دیا جاتا کہ پانچ چھ بسوں میں بھرے ہوئے نئے آنے والے قیدیوں کے لئے جگہ بن جاتی۔

سرب قیدیوں کے تبادلے میں باہریا کو آخرکار اپنی بیوی اور بچے مل گئے۔ ان کو چند ہفتے پہلے رہا کر دیا گیا تھا اور وہ زاغریب کے نزدیک ایک عارضی پناہ گاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ باہریا کی بیوی نے اگرچہ رونا بند کر دیا تھا مگر وہ مسلسل خاموش تھی۔ اس کا یہ معمول بن چکا ہے کہ درد اس کی برداشت سے باہر ہونے لگتا ہے تو وہ محرومی اور دلگداز کیفیت کے ساتھ اپنی نوٹ بک میں اشعار لکھنے میں مشغول ہو جاتی ہے۔

میری روح ہے درد میں ڈوبی ہوئی
کہاں تھی میں کہاں ہوں اب
ظلم و ستم یاد ہیں سب
رہا نہیں خوشی کا احساس اب
ماضی کی تلخ یادیں اور ظلم
رہتی ہیں میرے ساتھ اب

اس خاندان کی داستان کوئی نرالی داستان نہیں۔ بوزنیا کا ہر مہاجر اپنے چہرے میں ایک لمبی اندوہناک داستان چھپائے ہوئے ہے۔ لیکن سب داستانوں کا نقطہ مرکزی ایک جیسا ہے۔ شہروں اور دیہاتوں کو تہ و بالا کر دیا گیا۔ گھروں اور مساجد کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ مسلمانوں پر تشدد کیا گیا۔ عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور تمام مسلمانوں کو ان کے گھروں سے بے گھر کر دیا گیا۔

بوزنیا میں عصمت دری کو بطور جنگی ہتھیار استعمال کیا گیا ہے تاکہ مسلمان خاندانوں کو ذلیل و خوار کر کے تباہ و برباد کر دیا جائے۔ بعض چشم دید گواہوں کا بیان ہے کہ بعض مسلم خواتین کو حراست میں رکھ کر بار بار زنابالجبر کا نشانہ بنایا جاتا یہاں تک کہ وہ حاملہ ہو جاتیں پھر انہیں اس وقت تک رہا نہیں کیا جاتا تھا جب تک کہ حمل کو ساقط کرنا مشکل نہ ہو جائے۔ ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والے سربوں کا خیال ہے کہ اس وحشیانہ عمل سے سرب بچے پیدا ہوں گے۔ اس طرح عصمت دری کو خالص نسل بنانے کے طریق کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔

زاغریب کے سویتی دہ ہسپتال میں بچوں کی پیدائش میں پچاس فیصد اضافہ ہوا ہے جس کے نتیجہ میں زچگی کے تینوں کمرے ہر وقت بھرے رہتے ہیں۔ ایک ایک کمرہ میں آٹھ آٹھ حاملہ عورتیں ٹھونسی جاتی ہیں جبکہ عام حالات میں ان کمروں میں صرف چار عورتوں کی گنجائش ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ برآمدوں میں بھی عورتوں کو سٹریچر پر رکھا جاتا ہے۔ مگر یہ بتانا کہ ان میں کتنی ناجائز جبر کا نشانہ بنی ہیں ناممکن ہے۔

"مونکہ بدلوسکی" جو ڈوموںڈے میں نفسیاتی بیماریوں کی معالج ہیں، کے قول کے مطابق "ان عورتوں کی اکثریت اس معاملہ میں خاموشی اختیار کرتی ہے۔ عصمت دری کے اظہار کی نسبت جسمانی اذیت کا اظہار بہت آسان ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جسمانی اور نفسیاتی زخموں کے علاوہ جرم کا غالب احساس ان خواتین کو اس تکلیف دہ امر کے اظہار سے روکے رکھتا ہے۔"

سویتی دہ کے ایک ڈاکٹر نے ۱۸ جنوری کو بدلوسکی کو فوری طور پر بلا بھیجا کہ وہ آ کر ایک نوجوان مسلم خاتون "امیرہ" کا معائنہ کرے جو ازحد افسردہ اور غمزدہ دکھائی دیتی تھی۔ امیرہ نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ وہ بچے کو پیدائش کے بعد پاس نہیں رکھے گی۔ ڈاکٹر بدلوسکی نے امیرہ سے بے حد نرمی اور ملائمت سے گفتگو شروع کی اور آہستہ آہستہ اس کے خاندان، اس کی تعلیم وغیرہ کے بارہ میں دریافت کیا۔ یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کی کہ جنگ سے پہلے ان کے حالات کیسے تھے۔ یکدم امیرہ زار و قطار رونے لگی اور اپنا راز ظاہر کر دیا۔ اس نے کہا۔

"۲۵ اپریل کو چٹنکس (Chetniks) ہمارے گاؤں میں داخل ہوئے۔ ایک دن کچھ بل ادا کرنے کے لئے مجھے "کلویک" کے ٹاؤن ہال میں بلایا گیا۔ میں جیسے ہی ٹاؤن ہال سے باہر نکلی ایک فوجی مجھے دھکیل کر ایک کمرہ میں لے گیا جہاں اس نے میرے منہ پر ایک کمبل ڈالا اور زبردستی کی۔ میں نے اپنے آپ کو چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر کوئی پیش نہ گئی ...."

امیرہ ۱۹ سال کی پاکدامن دوشیزہ تھی۔ اس نے بتایا کہ "اس کے بعد ایک اور فوجی نے میری عزت لوٹی۔ آخرکار ان کے چنگل سے جب میں رہا ہوئی تو دوڑتی ہوئی گھر پہنچی مگر اپنی والدہ اور بہنوں کو اس واقعہ کے بارہ میں کچھ نہ بتایا بلکہ سب کچھ دل میں چھپائے رکھا۔"

سخت نڈھال اور پژمردہ امیرہ نے آنکھیں بند کر لیں اور سرگوشی کے انداز میں کہا "اس کے کچھ عرصہ بعد سربوں نے ہمارے گاؤں کے تمام مردوں کو حراست میں لے لیا اور تقریباً پچاس کو قتل کر ڈالا۔ باقی لوگوں کو جن میں میرے والد بھی شامل تھے "گریڈسکا" کیمپ لے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے ہمارے گھروں کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ اور جو گھر بچ رہے ان میں تمام عورتوں کو قید کر دیا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ میں حاملہ ہوں۔ میں حمل ساقط کروانا چاہتی تھی مگر وہاں سے فرار ممکن نہیں تھا۔ چار ماہ بعد جب آخرکار ہم نے اس بات کی تحریر باقاعدہ دستخطوں کے ساتھ ان کے حوالے کر دی کہ ہم اپنی جائداد اور تمام ملکیت سے دستبردار ہوتے ہیں تو انہوں نے ہمیں جانے دیا"۔ امیرہ آخری دنوں تک اپنا حمل چھپاتی رہی۔ سرکاری کاغذات کے مطابق اسے گردہ کی تکلیف کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا۔ اس نے روتے ہوئے کہا "میں یہ سارا واقعہ بھلانا چاہتی ہوں۔ ازراہ کرم مجھے یہ سب بھول جانے دیجئے"۔ ان حالات میں پیدا ہونے والے بچے پر وہ ایک نگاہ ڈالنا بھی پسند نہ کرتی تھی۔ خلاصی کی ایک ہی صورت تھی کہ حمل کو ساقط کر دیا جائے، اگرچہ مسلمان اس فعل کو اچھا نہیں سمجھتے۔

۱۹۹۱ء کے مقابلہ پر ۱۹۹۲ء میں زاغریب کے "پتروا" ہسپتال میں ۳۰ ـ ۷ زیادہ حمل ضائع کئے گئے۔ نظر بندی، نقل مکانی، لاعلمی اور خوف کی وجہ سے اکثر حاملہ عورتیں مقررہ قانونی میعاد کے اندر اسقاط حمل نہیں کروا سکتیں۔ اب ایک خصوصی کمیشن اس مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ وہ ایسی مجبور اور مظلوم عورتوں کے حالات کا جائزہ لے جن کے حمل کو بارہ ہفتے سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اور وہ اسقاط کی خواہش مند ہیں۔

"جمیلہ سکرنیارک" جو کروشین ہیں اور ذہنی بیماریوں کی معالج ہیں نے بتایا "جب نسیمکا پتروا ہسپتال میں اسقاط حمل کے لئے آئی تو اس کے حمل کو ۳۸ ہفتے گزر چکے تھے وہ اسقاط کروانا چاہتی تھی مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ اسے جب بتایا گیا تو اسے شدید ذہنی دھچکا لگا۔ ہم نے اسے ہسپتال میں ہی رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ گزشتہ ایک ماہ سے میں روزانہ اس کا معائنہ کر رہی ہوں۔ اتنے عرصے بعد اس میں اپنی آپ بیتی سنانے کا حوصلہ ہوا۔ اس نے بتایا کہ جب چٹنک فوجیوں نے ان کے گاؤں جو "گورازڈے" کے قریب ہے قبضہ کیا۔ انہوں نے اسے دوسری عورتوں کے ساتھ ایک گھر میں بند کر دیا۔ تقریباً بارہ آدمیوں نے اس کی عزت لوٹی جن میں سے پہلے دو تو اس کے ہمسائے تھے۔ ایک صبح وہ غسل خانے کی کھڑکی سے بھاگ کھڑی ہوئی اور کسی نہ کسی طرح چل کر اپنی نسبتی ہمشیرہ کے گھر پہنچ گئی جہاں اس نے اپنی دس سالہ بچی کو چھوڑا ہوا تھا۔ اس نے کسی سے اس واقعہ کا تذکرہ نہ کیا۔ جب اسے احساس ہوا کہ حمل ٹھہر گیا ہے تو وہ فوراً ایسی جگہ کی تلاش میں نکلی جہاں وہ اسقاط کروا سکے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے اس نے نہایت خطرناک اور لمبا سفر پیدل اختیار کیا جو سرب علاقوں میں سے گزرتا تھا۔

آخرکار وہ کروٹ علاقہ میں پہنچ گئی اور وہاں سے بس پکڑ کر زاغریب پہنچی مگر دیر ہو جانے کی وجہ سے اسقاط ناممکن تھا۔ آخرکار نسیمکا بچے کی پیدائش پر راضی ہو گئی لیکن وہ اسے اپنے پاس ہرگز نہیں رکھنا چاہتی۔

مجھ سے وہ بار بار اپنے خاندان کے بارے میں گفتگو کرتی۔ اپنی لڑکی جسے وہ نسبتی ہمشیرہ کے پاس چھوڑ آئی تھی کے متعلق بتاتی۔ اپنے خاوند کے بارے میں باتیں کرتی جسے وہ پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ ان خدشات کا اظہار کرتی کہ شائد اب تک وہ جنگی قیدی بن چکا ہو یا مارا جا چکا ہو کیونکہ کسی طرف سے اسے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ اب بھی انتہائی افسردہ رہتی ہے مگر کبھی کبھار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی آ جاتی ہے۔ لیکن ہر اس ایک خاتون کے بدلے میں جو اظہار کی جرات کرتی ہے بے شمار ایسی خواتین ہیں جو خاموش اور الگ تھلگ رہتی ہیں اور ایسے ذلت آمیز سلوک کے بارے میں کسی کو نہیں بتاتیں۔

"میڈیسنز ڈوموںڈے" کے طبی ادارے کی "ایولین گرانیون" نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا۔

"الفاظ شاذ ہی ان حالات میں سے گزرنے والی عورتوں کی ذہنی حالت کے بارہ میں کچھ ظاہر کر سکیں۔ مگر عام طور پر اس کا اظہار بدن سے خاص طور پر حاملہ عورت کے بدن سے ظاہر ہو جاتا ہے جو بدنی اور نفسیاتی طور پر ایسے حالات کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اور اپنے دکھ کا اظہار اسقاط حمل، بلڈ پریشر اور قبل از وقت وضع حمل سے کرتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ڈاکٹر ایسی خواتین کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں۔"

حال ہی میں "میڈیسنز ڈوموںڈے" کے طبی ادارے نے ایک سنٹر کھولا ہے جہاں حاملہ پناہ گزین خواتین کی نگہداشت کی جائے گی۔ گرانیون نے اس بات پر زور دیا کہ "یہ سنٹر صرف ان عورتوں کے لئے نہیں ہے جو عصمت دری کا شکار ہوئیں، ہم کوئی مخصوص نسلی علاقہ نہیں بنانا چاہتے۔ یہاں بوزنین اور کروٹ ڈاکٹروں کی ٹیمیں کام کر رہی ہیں جو ایسی غمزدہ عورتوں کی نشاندہی کر کے ان کو نفسیاتی بیماریوں کے ماہرین کے سپرد کر دیں گی۔ یہ ماہرین بوزنین بھی ہیں اور کروٹ بھی۔

بوزنین اور کروٹ ڈاکٹروں کے مل جل کر کام کرنے سے یہ بتایا جانا مقصود ہے کہ دونوں نسل کے لوگ اکٹھے مل جل کر کام کر سکتے ہیں لیکن میں زیادہ پرامید نہیں ہوں"

کروشیا میں بھی غیر ملکی افراد کے خلاف نفرت خوفناک طور پر بڑھ رہی ہے اور قومیت کا جذبہ ابھر رہا ہے اور اکثر معاشی اور معاشرتی برائیوں کے لئے پناہ گزینوں کو معتوب کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں اور کروٹ کے درمیان حالیہ جھڑپیں کھچاؤ بڑھا رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان مصیبت زدہ خواتین اور ان کے خاندانوں کے یہ سنگین حالات ایک لمبی، کڑی آزمائش کا پیش خیمہ ہوں۔

AL FAZL INTERNATIONAL WEEKLY -LONDON
TELEPHONE NO. 081 870 0919
FAX NO. 081 870 0919

انٹرنیشنل مسلم احمدیہ ٹیلی ویژن

کے پروگراموں کا باقاعدہ آغاز

یورپ میں ساڑھے تین گھنٹے جبکہ ایشیا، افریقہ اور آسٹریلیا میں بارہ گھنٹے روزانہ کے پروگرام دیکھیں جاسکیں گے

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں ۷ جنوری ۱۹۹۴ء کو خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے اعلان فرمایا کہ الحمد للہ آج جمعہ کا وہ مبارک دن ہے جس کی بہت دیر سے دل میں تمنا تھی۔ ایک مدت سے انتظار تھا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے انٹرنیشنل مسلم ٹیلیویژن کا باقاعدہ آغاز ہو رہا ہے۔ اس طرح یورپ میں ساڑھے تین گھنٹے روزانہ اور ایشیا، افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ میں بارہ گھنٹے روزانہ پروگرام نشر کیا جایا کرے گا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جسوال برادران اور ٹیلیویژن کے پروگرام تیار کرنے والی مختلف ٹیموں کے کاموں کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ وہ بہت محنت اور لگن سے کام کر رہے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ آج جو ٹیلیویژن کے ذریعہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام ساری دنیا میں پہنچا رہے ہیں۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کی یاد دلاتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا:۔

میں اس الہام میں ہمیشہ "میں" کے لفظ پر زور دیتا ہوں۔ عام طور پر جب پڑھنے والے اس کو پڑھتے ہیں تو "تیری" تبلیغ پر زور دیتے ہیں یا "کناروں" پر زور دیتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں "میں" پر زور ہے کہ دنیا نے کیا ہونا ہے میں پہنچاؤں گا۔ دنیا تو مخالفت پر زور لگائے گی اور تیرے ماننے والوں میں بھی اتنی توفیق کہاں کہ وہ اپنی طاقت سے اس پیغام کو دنیا تک پہنچا سکیں۔ میں ہوں جو پہنچاؤں گا۔ اور آج جو دنیا میں ہم انٹرنیشنل ٹیلیویژن کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں تو یہ اللہ ہے جو پہنچا رہا ہے۔ اس میں ہماری کوششوں کا اگر دخل ہے تو ہم محض بہانہ بنائے گئے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں یہ سارے کاروبار اور بندوبست ہمارے بس کی بات نہیں تھی اور نہیں ہے۔ اگر اللہ کا فضل اٹھ جائے تو سارے پروگرام بے کار، بے معنی اور بے حقیقت ہو کر رہ جائیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ مستقل طور کے تعلیمی اور تربیتی پروگراموں پر بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے لیکن ان پروگراموں کے پیش کرنے میں ابھی کچھ وقت لگے گا۔

جماعت احمدیہ ماریشس بڑی محنتی اور فدائی جماعت ہے

اپنے بزرگ مربیوں اور محسنوں کے ذکر کو زندہ رکھیں

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۹ دسمبر ۱۹۹۳ء تا ۵ جنوری ۱۹۹۴ء ماریشس کا انتہائی بابرکت اور کامیاب دورہ فرما کر ۶ جنوری ۱۹۹۴ء کو بخیریت واپس لندن تشریف لے آئے تھے۔ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ جنوری میں ماریشس کی جماعت کا تمام عالمگیر جماعتوں کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ ماریشس کی جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت محنتی اور فدائی جماعت ہے۔ ان کے اندر ہر جگہ اخلاص کا معیار بہت نمایاں ہے اور انہوں نے میرے دورہ کے دوران غیر معمولی محنت اور لگن سے پروگرام مرتب کئے۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ماریشس کے احمدی اپنے بزرگ مربیوں کو بڑے پیار اور محبت سے یاد رکھتے ہیں۔ ان کی یادیں اول سے آخر تک نسلاً بعد نسل منتقل کی جارہی ہیں اور ان کا یہ پہلو مجھے بہت پیارا لگا کہ اپنے ان محسنین کو یاد رکھتے ہیں جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ان کے مقدر جگائے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کو احمدیت کی آغوش میں آنے کی توفیق ملی۔ دنیا کی باقی جماعتوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے اور ابتدائی خدمت کرنے والوں کو چاہے وہ سلسلہ کے مبلغ ہوں یا فیض پہنچانے والے دیگر احباب، ان سب کے ذکر کو زندہ کرنا چاہئے اور جماعت میں عام کرنا چاہئے۔

فرمایا، یہ جو عام تذکرے ہیں، یہ نیکیوں کو زندہ رکھنے میں مددگار بنتے ہیں۔ اس لئے جہاں زندہ مبلغین کے ساتھ رابطے ضروری ہیں وہاں فوت شدہ مبلغین کے ذکر کو زندہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ اذکروا موتاکم بخیر کو ضرور مدنظر رکھیں اس میں بہت فائدے ہیں۔

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کی باقائدہ اشاعت کا آغاز

خدا تعالیٰ کے فضل سے ۷ جنوری ۱۹۹۴ء سے ہفت روزہ "الفضل انٹرنیشنل" کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اس اخبار کے اجراء پر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ جنوری ۱۹۹۴ء فرمایا۔

"آج کا جمعہ وہ مبارک جمعہ ہے جس میں پہلی مرتبہ باقاعدہ "الفضل انٹرنیشنل" کا اجراء ہو رہا ہے۔ چوہدری رشید احمد صاحب اور ان کے ساتھیوں نے ماشاء اللہ بڑی محنت سے ایک بہت خوبصورت پیشکش کی ہے جو ہر ہفتے انشاء اللہ دنیا کی سب جماعتوں کو پہنچتی رہے گی۔"

ریویو آف ریلیجنز بھی اس ہفتہ منظر عام پر آرہا ہے

رسالہ ریویو آف ریلیجنز جس کی اشاعت بعض فنی مشکلات کی وجہ سے سات جنوری کو نہیں ہو سکی تھی، اس ہفتے پوری آب و تاب کے ساتھ دس ہزار کی تعداد میں شائع ہو کر منظر عام پر آرہا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ۷ جنوری کے خطبہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے جماعتوں کو تاکید فرمائی کہ ایسے صاحب علم افراد جو اپنی زندگی کے دائرے میں خاص مقام رکھتے ہوں اور جن کی آواز دوسروں تک پہنچ سکتی ہو ایسے شریف النفس لوگوں کے پتہ جات اکٹھے کر کے جلد بھجوائے جائیں تاکہ ان کو ریویو رسالہ بھجوایا جاسکے۔ حضور نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک دو سال کے اندر اندر اس ذی علم طبقہ سے ہزارہا بیعتیں صرف ریویو کے ذریعے آنا شروع ہو جائیں گی۔

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ISSN:1352 9587